جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام کردار اور کہانی
سے تعلق رکھنے والے اداروں کے
نام فرضی ہیں

پبلشر ... سلطان محمد

پرنٹر ...

مطبوعات اسرار پبلیکیشنز

زیر اہتمام

کتابی دنیا میکلوڈ روڈ لاہور

پیشرس

عمران کی چوبیسویں حماقت ملاحظہ فرمایئے لیکن پھر وہی دشواری آپڑی ہے کہ کہانی کے متعلق اپنے قلم سے کیا لکھوں اگر آپ کو پسند آئے۔ اچھی سمجھیے نہ پسند آئے تو میں اسے اچھی باور کرانے پر بھی زور نہیں دوں گا۔ ویسے مجھے اس کا اندازہ بخوبی ہے کہ جو کہانیاں روا روی میں لکھ دیتا ہوں۔ وہ آپ کو عموماً پسند آتی ہیں اور جن پہ واقعی محنت کرتا ہوں ان میں آپ ضرور بہ بجتا سے نکالتے ہیں ... مگر اس کا اعتراف آپ کو بھی ہے کہ میں اپنی ہر نئی کہانی میں نیا انداز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ کہانی بھی آپ ایسی ہی پائیں گے۔

ابن صفی

۵

سردیوں کی ایک تاریک رات تھی۔ شہر پر کُہر کی ہلکی سی چادر محیط تھی اور جگمگاتی ہوتی سڑکوں پر چلنے والوں کی زیادتی نہیں تھی ابھی صرف نو ہی بجے تھے، لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے رات ڈھل گئی ہو۔۔۔ صدر کے فٹ پاتھ پر اس وقت تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ قریب قریب ویران ہو چکے تھے۔ آج سردی اتنی ہی شدید تھی۔

ایریل نائٹ کلب کے سامنے والے فٹ پاتھ پر تو گویا قبرستان کا سا سناٹا تھا۔ ورنہ اس وقت تو یہاں زندگی ہی زندگی نظر آتی تھی۔ مگر ایریل نائٹ کلب اس وقت ایسے موسم میں بھی آباد تھا اور ابھی تک اکا دکا گاڑیاں اس کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتی نظر آجاتی تھیں۔

مگر عمران کی کار کا کیا کام اسے نائٹ کلبوں کی تفریحات سے دلچسپی نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ شہر کے کتنی اچھے نائٹ کلبوں کا باقاعدہ طور پر ممبر رہا ہو۔

کار سیدھی اسی طرف چلی گئی جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ عمران نیچے اترا۔۔۔ اس کے جسم پر اوور کوٹ تھا اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر جھکا ہوا تھا۔

کلوک روم میں آکر اس نے اوور کوٹ اتارا۔ اور فلٹ ہیٹ کھونٹی پر ڈالی۔ کلوک روم کا محافظ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ عمران کو پہچانتا تھا۔ حالانکہ عمران روزانہ کے آنے والوں میں سے نہیں تھا۔ مگر اس کے بے جوڑ لباس کی وجہ سے لوگ عموماً اسے یاد ہی رکھتے تھے۔۔۔ کلوک روم کے محافظ نے اس پر نظر پڑتے ہی اسے پہچان لیا تھا اور اسے توقع تھی کہ اوور کوٹ کے نیچے سے کوئی مضحکہ خیز قسم کا لباس ظاہر ہو کر وقتی تفریح کا باعث بنے گا مگر ایسا نہیں ہو سکا اور اسی پر اسے حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ عمران آج باقاعدہ لباس میں تھا لیکن چہرے پر حماقت آج بھی نظر آ رہی تھی۔ کلوک روم کے محافظ نے بالکل اسی انداز میں ٹھنڈی سانس لی جیسے اسے عمران کو ڈھنگ کے لباس میں دیکھ کر صدمہ پہنچا ہو۔

آج عمران نے اس کی طرف دیکھ کر اپنے سر کو جنبش بھی نہیں دی تھی۔ وہ وہاں سے سیدھا ڈائننگ ہال میں چلا آیا۔ یہاں آرکسٹرا بج رہا تھا۔۔۔ اور میزیں زیادہ تر آباد تھیں۔۔۔ عمران ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔

اسے دیکھ کر ایک ویٹر میز کی طرف چل پڑا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ عمران نے آہستہ سے کہا "شوگر میپل" اور پھر قدرے اونچی آواز میں بولا "سردی بہت شدید ہے میرے لئے انگاروں کا شربت لاؤ"

"انگاروں کا شربت" ویٹر نے حیرت سے دہرایا۔

"شوگر میپل" عمران نے پھر آہستہ سے کہا "کیا تم بہرے ہو"

"بہت بہتر جناب" ویٹر مودبانہ انداز میں جھکا اور ایک باسلیقہ ویٹر کی طرح رخصت ہو گیا۔

عمران احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ پہلی بار کسی بڑی تفریح گاہ میں داخل ہوا ہو۔

کچھ دیر بعد ویٹر کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے واپس آیا۔۔۔ ٹرے میز پر رکھ دی گئی اور ویٹر چلا گیا۔ عمران نے سب سے پہلے شکر کا برتن کھسکایا اس کے نیچے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ موجود تھا۔

اس نے اسے جوں کا توں رہنے دیا اور پیالی میں شکر ڈالنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کافی کے گھونٹ لیتا ہوا شکردانی سے برآمد ہونے والی تحریر پڑھ رہا تھا۔

"اس کی شکل دیکھنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ رات ہی کو اپنے گھر سے نکلتا ہے اس کے اوور کوٹ کے کالر اٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور فلٹ ہیٹ جھکالی جاتی ہے۔ وہ کبھی ڈائننگ ہال میں نہیں دیکھا گیا۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ اسے دیکھ سکوں"

عمران نے کاغذ کو جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد باسانی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کافی پینے میں جلدی کر رہا ہے۔

کافی ختم کر کے وہ تھوڑی دیر بعد بیٹھا جاز سنتا رہا پھر اس انداز سے اٹھا جیسے کوئی بات یاد آگئی ہو۔ اس نے کاؤنٹر پر ہی کافی کی قیمت ادا کی۔ اور تیزی سے چلتا ہوا کلوک روم میں آیا۔

محافظ نے اسے اوور کوٹ پہننے میں مدد دی۔

"آج بہت جلد تشریف لے جا رہے ہیں جناب" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہاں میں اپنا پرس گوڈن بار کے کاؤنٹر پر بھول آیا ہوں"

"اوہ"

لیکن قبل اس کے کہ وہ اظہار ہمدردی کے طور پر کچھ سنتا۔ عمران باہر آ چکا تھا وہ اتنی جلدی میں تھا کہ ایک آدمی سے ٹکراتے ٹکراتے بچ گیا۔ یہ بھی ٹھیک

اسی وقت کلوک روم میں داخل ہوا تھا جب عمران نے باہر جانے کے لئے سپاٹا بھرا تھا۔

لیکن شاید اس آنے والے نے عمران کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ ورنہ دونوں میں یہیں مہابھارت ہو جاتی۔ کیونکہ یہ آنے والا محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض تھا۔

عمران نے کار اسٹارٹ کی اور اسے تیز رفتاری سے اگلے چوراہے کے ٹیلیفون بوتھ تک لایا۔ چوراہے پر اب ٹریفک کانسٹیبل بھی موجود نہیں تھا۔ ورنہ وہ اسے غلط جگہ پر کار روکنے کے سلسلہ میں ضرور ٹوکتا۔ مگر عمران جلدی میں تھا وہ کار سے اتر کر ٹیلیفون بوتھ میں گھس گیا۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

دوسری طرف سے جواب ملنے پر اس نے کہا۔ بلیک زیرو! ایریل نائٹ کلب میں کیپٹن فیاض پر نظر رکھنی ہے۔ فوراً پہنچ جاؤ۔“

”بہت بہتر جناب“

”میرا خیال ہے کہ وہ ٹپ ٹاپ کے علاوہ اور کسی نائٹ کلب میں نہیں جاتا۔

”جی ہاں! وہ اکثر ٹپ ٹاپ ہی میں نظر آتے ہیں“

” اچھی بات ہے اب میں صبح تم سے رپورٹ لوں گا۔

عمران سلسلہ منقطع کرکے باہر آیا اور پھر اس کی کار اسی رفتار سے دوڑنے لگی۔ سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمے ہوئے سے معلوم ہو رہے تھے۔

کچھ دیر بعد کار پھر رکی۔ لیکن یہ ایک تاریک سی گلی تھی۔ عمران نے اپنا اوور کوٹ اتار کر کار میں ڈال دیا۔ صرف اوور کوٹ ہی نہیں بلکہ کوٹ بھی فلٹ ہیٹ بھی اتار دی۔ اب جسم کے اوپر صرف ایک پتلون قمیض اور ٹائی رہ گئے۔ ٹائی کی

گرہ اس نے ڈھیلی کر دی اور بال الجھا کر پیشانی پر گرا دیئے پھر کار سے اتر آیا۔

اب وہ ایک گھٹیا قسم کا لفنگا نظر آ رہا تھا۔ اس نے کار کے دروازے مقفل کر دیئے۔ اور گلی سے باہر نکل آیا۔ . . سردی کی شدت بدستور قائم تھی۔ البتہ کہرا اب کم ہو گئی تھی۔

عمران کے قدم ایک گھٹیا سے شراب خانے کی طرف اٹھ رہے تھے۔

وہ کسی جھجک کے بغیر شراب خانے میں داخل ہو گیا۔ بھدے اور بھنگم قہقہے اس کے استقبال کے لئے اٹھے۔ وہ یہی سمجھتا تھا قہقہے اسی کے لئے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ کوئی اس کی طرف متوجہ تک نہیں ہوا تھا۔

وہ ایک میز پر جم گیا۔ اس کی حالت سے یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی بساط سے زیادہ پی گیا ہو۔ پلکیں جھکی آ رہی تھیں اور آنکھیں بالکل سرخ تھیں اور وہ بیٹھے بیٹھے جھکولے سے لے رہا تھا۔

دفعتاً ایک بھدے سے آدمی نے اس کی میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”کیا چاہیئے!“

” ہی ہی ہی ہی!“ عمران اس کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر ہنسا۔

” وہ چاہیئے۔ . . لاؤ۔ . .“

”کیا چاہیئے“

”وہی۔ جو کہیں نہیں ملتی۔ . . کہیں نہیں پیارے۔ . . تم میرے بڑے بھائی ہو۔ اچھا ہو کہ نہیں ہو۔ . . لاؤ وہی لاؤ جو کہیں نہیں ملتی“

”ارے کھسکو۔ . . یہاں اسکاچ وسکاچ نہیں ملے گی۔ رم لاؤں۔ . .“

”ابے ہماری توہین کرتا ہے۔ . . رم پئیں گے ہم۔ . .“

” دفعتاً ایک شرابی شاید نشے کی جھونک میں عمران پر آ گرا۔ میز الٹتے الٹتے بچی۔ پھر وہ اور عمران ایک دوسرے سے لپٹ پڑے۔

جو آدمی عمران کا آرڈر لینے آیا تھا دونوں کو الگ کرانے لگا۔ لیکن ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ صرف قہقہے لگا رہے تھے۔ ان میں سے ایک بھی نہیں اٹھا۔

ویسے شراب خانے کے دو ملازم غنڈے آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ غالباً وہ اس گھات میں تھے کہ ان دونوں شرابیوں کو اٹھا کر باہر فٹ پاتھ پر پھینک دیں۔ یہاں دنگا فساد کرنے والوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا تھا۔

لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی دونوں الگ ہو گئے تھے۔

”نکل جاؤ۔۔۔ ان میں سے ایک نے دونوں کی گردنیں دبوچتے ہوئے کہا۔

عمران بدستور نشے میں جھوم رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے کہا، ”جاتے ہیں یار اب کبھی ایسی بری جگہ نہیں آئیں گے۔“ وہ اپنی گردن چھڑا کر فٹ پاتھ پر اتر آیا۔

لیکن دوسرا شرابی ان غنڈوں سے الجھ پڑا تھا۔

عمران کچھ دور تک شرابیوں ہی طرح جھوم جھوم کر چلتا رہا۔ پھر اس نے ایک گلی میں مڑ کر اپنی رفتار تیز کر دی۔

گلی پار کر کے وہ دوسری طرف آیا۔ ویسے وہ اس گلی سے گزرتے وقت مڑ مڑ کے پیچھے دیکھتا رہا تھا کہ کہیں تعاقب تو نہیں ہو رہا۔

دوسری سڑک پر پہنچ کر وہ ایک بجلی کے کھمبے کے نیچے رک گیا۔ اور اپنی مٹھی کھولی اس میں ایک مڑا تڑا سا کاغذ تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے کاغذ کو پھیلا دیا اور اس کی تحریر کو پڑھنے لگا۔

> وہ اس وقت شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں موجود ہے۔ آج میں اس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ لیکن آنکھیں نہیں دیکھ سکا کیونکہ آنکھوں پر مرکری پالش والے شیشوں کی عینک تھی۔ اس کے

> چہرے پر کنگ جارج کی فرنچ ٹائپ کی سیاہ داڑھی ہے شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں پندرہ دن قبل ایک بوڑھی عورت مسز پارسن رہتی تھی وہ اسے خالی کر کے چلی گئی تھی۔ اب ایک ہفتہ سے پھر اس میں یہ پراسرار کرایہ دار آ گیا ہے۔ وہ عموماً رات اسی فلیٹ میں گذارتا ہے اور دن بھر غائب رہتا ہے۔“

عمران نے پرچے کو جیب میں ڈال لیا اور اسی گلی کی طرف چل پڑا جہاں اپنی کار چھوڑی تھی۔ اس کی رفتار تیز تھی اور وہ اپنے بال پیشانی سے ہٹا کر پیچھے کی طرف الٹتا جا رہا تھا۔ کار کے قریب پہنچ کر اس نے سب سے پہلے باقاعدہ طور پر بالوں میں کنگھا کیا اور کوٹ نکال کر پہنا۔ ٹائی کی گرہ درست کی۔

اسے پھر اسی شراب خانے کی طرف جانا تھا۔ جہاں کچھ دیر پہلے ایک شرابی اس سے الجھ پڑا تھا۔

شائد وہ اسی کا کوئی آدمی تھا جس نے اسی طرح اسے ایک اہم اطلاع دی تھی۔

وہ کار میں بیٹھ گیا اور کار پھر گلی سے سڑک پر نکل آئی لیکن اب عمران کے چہرے پر مونچھوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ ویسے یہ مونچھیں ایسی تھیں کہ قریب سے دیکھنے والے ان کے نقلی ہونے کا اندازہ بآسانی لگا سکتے تھے اور عمران بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ شراب خانے کے اندر بیٹھنے والے اسے دور ہی سے دیکھ کر پہچان نہ سکیں۔

اس کی اس خواہش کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا تھا کہ بالائی منزل کے زینوں پر قدم رکھتے ہی اس نے مونچھیں نکال کر جیب میں ڈال لی تھیں۔

کار اس نے شراب خانے کے سامنے ہی کھڑی کی تھی اور اب زینے طے کرتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔

یہاں ایک لاتن میں پانچ یا چھ فلیٹ تھے اور ان کے سامنے ایک طویل بالکنی تھی۔ وہ ٹھیک شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ کے سامنے رکا۔

دروازہ بند تھا۔ عمران نے اچٹتی سی نظر چاروں طرف ڈالی اور آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دینے لگا۔ پتہ نہیں کیوں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دستک کی آواز پر اندر سناٹا چھا گیا ہو۔ حالانکہ پہلے بھی اس نے اندر کسی قسم کی آواز نہیں محسوس کی تھی یہ تو اس کی چھٹی حس تھی جس نے اندر ایک سے زیادہ آدمیوں کی موجودگی کا یقین دلایا تھا۔

کچھ دیر بعد اندر سے قدموں کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔ عمران کے سامنے ایک طویل قامت آدمی کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر سیاہ اور نکیلی داڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

”اوہ۔ کیا مسٹر پارسن موجود ہیں؟“ عمران نے لیسے لہجے میں پوچھا جیسے اسے وہاں اس داڑھی والے کو دیکھ کر حیرت ہوئی ہو۔

”جی نہیں“ بہت شرافت سے جواب دیا گیا ”وہ پتہ نہیں کب یہ فلیٹ خالی کر چکے ہیں۔ میں نیا کرایہ دار ہوں“

”تب تو — میں تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں“ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

کوئی بات نہیں“ داڑھی والے نے کہا اور دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

عمران اپنا داہنا گال کھجاتا ہوا زینوں کی طرف واپس لوٹا۔ اس بار اس نے

مونچھیں لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ کیونکہ اس کی پشت شراب خانے کی طرف تھی۔

کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

. . . .

دفعتاً عمران کتوں کی طرح بھونکنے لگا اور کیپٹن فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر اس کی اس بدمذاقی پر صلواتیں سنائیں لیکن عمران بھونکتا ہی رہا۔ یہ سلسلہ تو اس وقت ختم ہوا جب سلیمان چائے کی ٹرے لایا۔

چائے کے دوران میں عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دنوں پہلے کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا لہٰذا بول چال بھی باقی نہیں رہی تھی ویسے یہ اور بات ہے کہ راہ چلتے کہیں ملاقات ہو جانے پر عمران نے اسے چھیڑنے کی کوشش ضرور کی ہو۔

"میں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم جلد از جلد فلیٹ خالی کر دو۔ میرے ایک عزیز کو ضرورت ہے۔" فیاض نے چائے ختم کر کے ہونٹوں کو رومال سے خشک کرتے ہوئے کہا

"تمہارے ایک عزیز کو کس چیز کی ضرورت ہے۔" عمران نے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا۔

"فلیٹ کی۔ تم نے مجھ سے یہ فلیٹ کچھ دنوں کے لئے وعدہ پر لیا تھا۔"

"اب تک کچھ ہی دنوں کے وعدہ پر میں اس میں نظر آ رہا ہوں۔"

"بس اب اسے خالی کر دو۔"

مگر ابھی کچھ دن پورے کہاں ہوئے ہیں"

"وہ تو کبھی پورے نہ ہوں گے۔" فیاض کو غصہ آ گیا۔

"تب پھر مجبوری ہے۔" عمران سر ہلا کر غمناک لہجے میں بولا۔ "اللہ کی مرضی میں کس کو دخل ہے۔"

"عمران میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

"اگر اچھی طرح پیش آؤ تو کیا حرج ہے۔"

"میں رحمان صاحب سے اجازت لے چکا ہوں۔"

"کس بات کی۔"

"یہی کہ جس طرح تمہیں یہاں سے نکال سکوں نکال دوں۔"

"قربِ قیامت کی دلیل ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "باپ پیدا ہوتے ہی لڑکوں کی برابری کرنے لگیں گے۔"

"میں تمہیں صرف تین دن کا نوٹس دے رہا ہوں۔"

"میں ایسی باتوں کا نوٹس ہی نہیں لیتا۔ کیا فائدہ اپنا دل خراب کرنے سے۔"

"تمہیں خالی کرنا پڑے گا۔" فیاض میز پر گھونسہ مارتا ہوا بولا۔

"تم اپنا اصل مقصد بیان کرو۔ اور میز پر اتنے زور سے گھونسہ نہ مارو کہ تمہارے گھونسے کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"اخاہ! تو تم سمجھتے ہو کہ میں کسی معاملے میں تمہاری مدد کا خواہاں ہوں۔"

"حالات ایسے ہی ہیں کہ میں سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"کیسے حالات۔"

کیا میں پھر کتے کی طرح بھونکنا شروع کر دوں؟"

"اوہ۔" فیاض اسے معنی خیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "کیا مطلب۔"

"مطلب اسی عورت سے پوچھو جو تمہیں پچھلی رات رو رو کر بور کر رہی تھی۔"

“تم کیا جانو” فیاض کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

“تم کسی بند کمرے میں نہیں تھے بلکہ ایریل نائٹ کلب میں تھے”

“مگر تم تو کہیں نہیں نظر آئے تھے”

“میرا ایسی واہیات جگہوں پر کیا کام” عمران نے کہا۔

“کسی کی ٹوہ میں رہنا بُری بات ہے”

“آہا۔ یہ جملہ اس آدمی کی زبان سے سُن رہا ہوں جو دوسروں کی ٹوہ میں رہنے والوں کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔ فیاض کہیں تمہیں گھاس تو نہیں کھا گئی”

“وہ ایک مظلوم عورت تھی”

“اور شراب کے نشے میں کُتوں کی طرح بھونک رہی تھی”

“وہ پہلے ہی سے پیئے ہوئے تھی میں نے نہیں پلائی تھی”

“تم کیا پلاؤ گے مکھوس کنجی . . . اور کنجوس مکھی چوس۔ مگر تم اسے مظلوم کیوں کہہ رہے ہو۔ ہو سکتا ہے اس کی داستان محض نشے کی جھونک رہی ہو”

“نہیں مجھے علم ہے کہ . . . شہاب فکری کو کسی پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے۔ . . . اور وہ پاگل ہو گیا ہے”

“شہاب فکری سے اس عورت کا کیا تعلق ہے”

“وہ اس کی دوست ہے”

“اور تمہیں محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے جانتی ہے”

“ہاں۔ ہم پرانے شناسا ہیں”

“تو تمہیں اس عورت نے وہ داستان کیوں سنائی تھی”

“ارے بس ختم کرو” فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا ”میں یہاں اس لئے نہیں آیا تھا تم بتاؤ کر فلیٹ کب خالی کر رہے ہو”

“تم ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والے ہو فیاض۔ اس لئے اگر مجھ سے جھگڑا نہ کرو تو بہتر ہے”

“تم اس کی پرواہ مت کرو مصیبت میں پھنسنے کے باوجود بھی میں تم سے فلیٹ خالی کرا کے رہوں گا”

“تمہارے فرشتے بھی نہیں خالی کرا سکتے۔ تم جیسے لوگوں کے لئے میں قانون کا منہ بھی نہیں دیکھوں گا”

“میں سچ کہتا ہوں ہمیشہ رحمان صاحب کا خیال مجھے باز رکھتا ہے۔ ورنہ تم اس شہر میں نہ دکھائی دو”

“اور مجھے تمہاری بیوی کی بیوگی کا خیال کھانے کو دوڑتا ہے”

“میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم تین دن کے بعد اس فلیٹ میں نظر نہ آؤ گے”

“اسی صورت میں جب تم دیکھنے ہی سے معذور ہو جاؤ”

“اچھی بات ہے” فیاض اٹھتا ہوا بولا ”تم دیکھ ہی لو گے”

“نہیں میں اپنی آنکھیں بند کر لوں گا”

فیاض پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی کچھ دیر بعد اٹھ کر وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ جہاں پرائیویٹ فون تھا۔ اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے جواب ملنے میں دیر نہیں لگی۔

“ایکس ٹو” اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

“یس سر” دوسری طرف سے آواز آئی۔

“پچھلی رات ایریل میں جو لڑکی کیپٹن فیاض کے ساتھ تھی اس کے متعلق مزید اطلاعات درکار ہیں”

"سب سے اہم اطلاع تو یہ ہے جناب کہ وہ نشے میں قطعی نہیں تھی۔"

"مگر تم اپنے بیان کی تردید کر رہے ہو۔"

"جی ہاں! پچھلی رات اس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔ لیکن وہ شراب پیتی ہی نہیں ہے۔"

"یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔"

"میں نے اس کے قریبی دوستوں سے معلوم کیا ہے۔"

"خیر۔ اور کچھ"

"پاگل کتوں کا تذکرہ اس کا محبوب مشغلہ ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ جہاں بھی بیٹھتی ہے پاگل کتوں کا تذکرہ ضرور چھیڑتی ہے۔"

"تذکرے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔"

"شہاب فخری کی حالت پر افسوس ظاہر کرنا . . . اس کے لئے رونا اور سسکیاں لینا۔"

"تو وہ شہاب کی محبوبہ ہے۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کی محبوبہ ہے۔ یا وہ اس کا محبوب ہے۔"

"کتوں کے تذکرے کے سلسلے میں اور کیا کہتی ہے۔"

"اسے اس پر حیرت ہے کہ شہاب فخری سمیت اب تک چار سیاسی لیڈر پاگل کتوں کا شکار ہو چکے ہیں اور وہ سیاسی لیڈر ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ پارٹی بھی وہ ہے جو اس بار یقینی طور پر برسر اقتدار پارٹی کو انتخابات میں شکست دے دے گی۔"

"گڈ۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "غالباً پچھلی رات وہ فیاض کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"جی ہاں۔ مگر فیاض صاحب اس کے مافی الضمیر سے واقف نہیں ہو سکے کیونکہ وہ خود کو نشے میں پوز کر رہی تھی۔"

"خیر ان چاروں لیڈروں کے بارے میں کیا خبر ہے۔"

"ان کا ذہنی توازن اب بھی ٹھیک نہیں ہو سکا۔"

"اس کے علاوہ پاگل کتوں کے بارے میں اور کوئی رپورٹ"

"نہیں جناب۔ مگر میرا خیال ہے کہ شہر میں اس قسم کی اور بھی وارداتیں ہوئی ہوں گی چونکہ وہ مشہور سیاسی لیڈر ہیں اس لئے ان کا معاملہ شہرت پا گیا۔"

"تمہارا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ اچھا اس سلسلے میں کوئی ایسا کیس تلاش کرو جو کسی عام آدمی کا ہو۔"

"میں کوشش کروں گا جناب۔"

"نہیں۔ ٹھہرو۔ سب سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ آج فیاض کے قدم ایریل میں نہ جمنے پائیں۔"

"میں کوشش کروں گا جناب۔"

"بلکہ وہ ایریل تک پہنچنے ہی نہ پائے تو بہتر ہے۔"

"یہ نسبتاً آسان ہوگا جناب۔"

"مجھے یقین ہے۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد پھر وہ نشست کے کمرے میں واپس آ گیا۔

لیکن دس منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ نشست کے کمرے والے فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو" عمران ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔

"آہستہ بولو کہیں لائن نہ خراب ہو جائے" دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔

"تمہاری بلا سے تم کون ہو"

"فیاض"

"کیا ہے"

"میں تمہیں ایک ماہ کی مہلت دے سکتا ہوں"

"مگر میں کل ہی فلیٹ خالی کر رہا ہوں" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنی جلدی بھی نہیں ہے"

"کچھ بھی ہو میں نہیں دیکھ سکتا کہ تمہارے عزیز سڑکوں پر ڈیرے ڈالتے پھریں"

"میں پھر آ رہا ہوں زبانی گفتگو کروں گا" فیاض نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور وہ آرام کرسی میں گر کر چیونگم کا پیکٹ پھاڑنے لگا۔

فیاض نے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ شاید اس نے کہیں قریب سے ہی فون کیا تھا۔

عمران لاپروائی سے آرام کرسی میں پڑا رہا۔

"ہام" فیاض بیٹھتا ہوا مسکرایا۔ "تم بڑے خداترس بن رہے ہو۔ آج کل۔ یعنی یہ فلیٹ کل ہی خالی کر دو گے"

"پپ"

فیاض ہنسنے لگا لیکن اس ہنسی میں کھوکھلا پن تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم یہ فلیٹ کیوں خالی کرانا چاہتے ہو" عمران نے کہا۔

"کیا جانتے ہو"

"یہی کہ شہاب نگری کی مجذوبہ۔۔۔ مجذوبہ۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔"

"کچھ بھی کہتے ہوں۔ لیکن اس نے جو کچھ بھی کہا ہے قابل غور ہے" فیاض بول پڑا۔

"لیکن فیاض صاحب وہ نشے میں نہیں تھی" عمران بولا۔

"کیا بات کرتے ہو۔ اس کے منہ سے بو آ رہی تھی"

"خیر چلو تسلیم کر لیا لیکن وہ تم سے کیا چاہتی ہے۔ رو کیوں رہی تھی"

"بات یہ ہے کہ وہ شہاب کو بیحد چاہتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ان سب حرکتوں کے ذمہ دار وہ ممالک ہیں جو موجودہ برسر اقتدار پارٹی ہی کو برسرِ اقتدار دیکھنا چاہتے ہیں"

"یعنی ان پاگل کتوں کا تعلق برسرِ اقتدار پارٹی سے ہے" عمران نے کہا۔

"غالباً وہ مجھے یہی باور کرانا چاہتی تھی۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اس قسم کی کوئی سازش کسی دیسی آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس میں کسی بیرونی ہی طاقت کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ مگر تم خود سوچو۔۔۔ کیا وہ پاگل کتے صرف سیاسی لیڈروں ہی کو پہچانتے ہیں"

"کیا ان چاروں کے علاوہ ابھی تک اور کوئی کیس رجسٹر نہیں ہوا۔۔۔"

"میرے علم میں تو نہیں ہوا" فیاض بولا۔

"کیا تم نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی" عمران نے پوچھا۔

[illegible] خصوصیت سے اس فکر میں ہیں"

"اچھا تمہارا کیا نظریہ ہے"

"میں یہ سوچتا ہوں کہ . . . اس میں صداقت بھی ہو سکتی ہے . . . تم اسے اتفاق کیسے کہو گے۔ ایک نہیں بلکہ چار لیڈران پاگل کتوں کے شکار ہوئے ہیں۔ اور چاروں ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اور پارٹی بھی وہ ہے۔ جو آنے والے انتخاب میں سو فیصدی کامیابی حاصل کرے گی"

"آہا تو میں بس یہ سمجھ لوں کہ اب تم برسر اقتدار پارٹی کے خلاف تحقیقات شروع کر دو گے"

"ب . . . بات . . . تو سنو" فیاض ہکلایا "مطلب یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں تمہارا خیال معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ تو اب مجھے معلوم ہی ہو گیا ہے کہ تم پہلے ہی سے اس کے چکر میں تھے"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور دردناک آواز میں بولا "تم غلط سمجھے ہو۔ . . . مجھے آج یہ معلوم کر کے بیحد صدمہ ہوا ہے کہ وہ لڑکی جس سے مجھے وہ ہو گئی تھی . . . دراصل نہاب شکری . . . اور . . . شہاب فکری سے وہ کرتی ہے"

"تم گدھے ہو تمہیں کسی سے وہ ہو ہی نہیں سکتی۔ تمہارے سینے میں ویسا دل نہیں ہے" فیاض ہنسنے لگا۔

"خیر — سوپر فیاض۔ میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کیا چاہت ہو"

"مجھے بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کیا کروں"

"صبر کرو" عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا "فرض کرو۔ یہ حقیقت بھی ہوتی تو سب سے پہلے تمہیں برسر اقتدار پارٹی کے خلاف

تفتیش کر سکو"

"سنو تو سہی" فیاض نے ہاتھ اٹھا کر کہا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا تعلق برسر اقتدار پارٹی سے نہ ہو"

"پھر"

"میں تہمینہ ہی کے خیال سے متفق ہوں" فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یعنی ہو سکتا ہے کہ کوئی بیرونی طاقت اس کی ذمہ دار ہو۔ وہ اس پارٹی کا اقتدار پسند نہ کرتی ہو"

"اونہہ ختم بھی کرو۔ ابھی تم نے کیا نام لیا تھا۔ ہائے مجھے تو اس فسلبدن کا نام ہی نہیں معلوم تھا"

"فلبدن" فیاض اسے گھورتا ہوا بڑبڑایا "تم کیا بک رہے ہو"

"اوہو . . . تو کچھ اور کہتے ہوں گے" اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میری تو نیندیں حلال ہو گئیں۔ ارے نام بتاؤ اس کا"

"تہمینہ"

"آہا . . . کیا نام ہے . . . بھنے ہوئے قیمے کا مزہ آ گیا" عمران کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگا۔

"تم نہیں بتاؤ گے مجھے"

"کیا بتاؤں — ڈیئر سوپر فضی"

"مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیئے"

"فی الحال تم اسے ایک چٹپٹی سی غزل لکھ بھیجو اور انتظار کرو کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔ اگر وہ لکھ دے کہ جناب بھائی صاحب سب خیریت ہے تو سو فیصدی اسے اپنی بھی خیریت سمجھو"

"فضول بکواس مت کرو۔ مجھے اس لڑکی پر رحم آتا ہے۔"

"مگر اپنی بیوی پر رحم نہیں آتا۔۔۔ آہا۔۔۔ لیکن اب وہ لڑکی کہاں رہی ہے۔ اگر تم لڑکیوں کے والدین پر رحم کیا کرو سوپر فیاض تو خدا بھی خوش ہوگا۔"

"تمہاری ایسی کی تیسی۔" فیاض جھلا کر اٹھ گیا۔

"کیا اب پھر فلیٹ خالی کرنا پڑے گا۔" عمران نے بے بسی سے پوچھا۔

"نہیں اب شاید تمہیں یہ شہر ہی چھوڑنا پڑے۔ تم سرکاری کاموں میں حارج ہوتے ہو۔"

"مجھے علم نہیں تھا کہ تم پچھلی رات سرکاری موڈ میں تھے اور وہ سرکار کے لئے رو رہی تھی۔۔۔ اچھا سوپر فیاض۔۔۔ ٹاٹا۔۔۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔" فیاض پھر بیٹھ گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ اب مجھے اس فلیٹ میں ایک یتیم خانہ قائم کرنا پڑے گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں تمہارے خلاف تہمینہ سے ایک رپورٹ درج کرا دوں گا۔"

"وہ رپورٹ کیا ہوگی۔ سوپر فیاض۔"

"یہی کہ تم اس کا تعاقب کرتے ہو۔"

"ارے مر گیا۔" عمران خوفزدہ سی آواز میں بولا۔

"اور پھر تم سے پوچھوں گا کہ آج کل کن ہواؤں میں رہتے ہو۔"

"نہیں خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔"

دفعتاً دروازے پر کسی نے دستک دی اور عمران سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"آ جاؤ۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔

دروازہ کھلا اور فیاض ہکا بکا رہ گیا۔ آنے والی ایک دراز قد اور صحت مند لڑکی تھی۔ اس کے بال بھورے اور گھونگریالے تھے لیکن انہیں سمیٹ کر باندھا نہیں گیا تھا۔ بلکہ وہ اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ لڑکی بھی فیاض کو دیکھ کر متحیر نظر آنے لگی تھی۔

"اوہ۔۔۔ کیپٹن۔۔۔" لڑکی کے ہونٹوں پر ایک جھجکتی ہوئی مسکراہٹ تھی

"تم یہاں کیسے؟" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

عمران احمقانہ انداز میں کبھی فیاض کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی لڑکی کی طرف۔

"مجھے اطلاع ملی تھی" لڑکی اپنے نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر بولی "کہ آپ یہاں ہیں۔"

پھر اس کی نظر عمران پر پڑی اور وہ ٹھٹھک گئی۔ عمران کا منہ کھلا ہوا تھا وہ ایک بار ہنسنے کے سے انداز میں پھیلا اور پھر سکڑ گیا۔ اس وقت وہ سر تا پا حماقت بنا ہوا تھا۔

"اوہو۔۔۔ تو آؤ چلیں۔" فیاض لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ لڑکی مڑ مڑ کر اس کی طرف دیکھتے جا رہی تھی۔

....

اسی رات کو ایریل نائٹ کلب کی تیرھویں میز پر عمران تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ اور پھر آگے بڑھ گیا۔ میز خالی تھی اور اس پر ریزرویشن کارڈ پڑا ہوا تھا۔ بلیک زیرو کی بہم پہنچائی ہوئی اطلاع کے مطابق یہ میز تہمینہ کے لئے مخصوص تھی۔ پچھلی رات بھی اس نے اسے اسی میز پر دیکھا تھا۔

عمران ایک ایسی میز پر بیٹھ گیا جو کسی کے لئے مخصوص نہیں تھی۔ اسے تہمینہ کی آمد کا انتظار تھا۔ تہمینہ جسے وہ اپنی دانست میں صرف تیرہ نمبر کی میز کے توسط سے پہچان سکتا۔

اسے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کیونکہ ٹھیک ساڑھے نو بجے ایک لڑکی تیرہ نمبر کی میز پر نظر آئی۔ مگر وہ عمران کے لئے اجنبی بھی نہیں تھی وہ تو وہی لڑکی تھی جو آج ہی فیاض کی موجودگی میں اس کے فلیٹ میں آئی تھی اور جسے فیاض اپنے ساتھ لے کر بڑی بدحواسی کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ عمران نے میز پر رکھا ہوا گلدان اپنے چہرے کے سامنے کھسکا لیا۔ لڑکی کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے وہ تھوڑی دیر تک۔ خاموش بیٹھی رہی پھر اس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ

کہا۔ ویٹر مودبانہ انداز میں سر ہلا کر چلا گیا۔

لڑکی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں کچھ دیر بعد ویٹر پورٹ کی ایک بوتل اور چھوٹا سا گلاس ٹرے میں رکھ لایا۔

بہتیرے لوگ اسے گھور رہے تھے۔ مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہاں کسی سے بھی اس کی شناسائی نہ ہو۔ اگر یہاں اس کے جاننے والے بھی موجود ہوتے تو وہ اپنی میز پر تنہا نہ ہوتی۔

عمران اس وقت اپنی میز سے اٹھا جب وہ پورٹ کا گلاس ختم کر کے اپنے ہونٹ رومال سے خشک کر رہی تھی۔

وہ سیدھا اس کی میز کی طرف چلا گیا۔ پہلے تو تہمینہ اسے دیکھ کر جھجک پڑی مگر پھر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے آج ہی آپ کو دیکھا تھا" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "تشریف رکھیے جناب"

عمران بیٹھ گیا۔

"کیا آپ ہی مسٹر عمران ہیں" تہمینہ نے پوچھا۔

"ج — جی ہاں... " عمران نے کہا اور اس انداز میں اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا جیسے وہ اس لڑکی سے بیحد مرعوب ہو گیا ہو۔

"مجھے لیڈی تنویر نے آپ کے [illegible] بھیجا تھا"

"اف... فوہ... لیڈی تنو[illegible]" عمران کچھ اور زیادہ بدحواس ہو کر بولا "ان سے کہہ دیجئے گا [illegible] میں بھولا نہیں ہوں۔ ان کا قرض ادا کر دوں گا۔ بات یہ ہے... [illegible] یہ... اور... "

"مجھے تہمینہ کہتے ہیں" لڑکی بولی۔

"اوہ۔ اچھا جی ہاں۔۔۔ دیکھئے! بات دراصل یہ ہے کہ بزنس میں گھاٹا ہو گیا۔۔۔ آج کل سرسوں کا بھاؤ گر رہا ہے۔۔۔ میں نے سوچا تھا کہ شکر قند۔۔۔"

تہمینہ ہنسنے لگی اور ہاتھ اٹھا کر بولی "بس عمران صاحب مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ آپ لیڈی تنویر کا قرض ادا کریں یا نہ کریں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں میں تو ایک التجا لے کر آئی تھی۔"

"او ہو تو اس وقت ہے آپ کے پاس۔"

"کیا؟"

"التجا۔"

"وہ پھر مسکرائی اور بولی "میری مدد کیجئے مسٹر عمران۔۔۔ میں بیحد پریشان ہوں اور ٹھہرئیے مگر آپ پورٹ کیا پئیں گے۔ پھر میں آپ کے لئے کیا منگواؤں۔"

"میں ساڑھے نو بجے کے بعد صرف ٹھنڈا پانی پیتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"خیر۔ آپ نہیں پیتے اور میں نے بھی حال ہی میں شروع کی ہے میں کیا کروں۔ بتائیے۔ جب الجھنیں حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو آدمی کیا کرے پھر شراب ہی تو سہارا دیتی ہے۔"

"جی ہاں۔ اسی صورت میں جب ہمدرد کی قرص لیوڈینہ دستیاب نہ ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"بڑھتی ہوئی الجھنیں عموماً معدے کی خرابی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔"

"کاش آپ کو حالات کا علم ہوتا۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"کیسے حالات مس تخمینہ۔۔۔"

"تہمینہ جناب" وہ پھر ہنس پڑی۔

"معاف کیجئے گا مجھے نام یاد نہیں رہتے۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ استقلال پارٹی کے چار لیڈر پاگل ہو گئے ہیں۔"

"چار پاگل — لیڈر ہو گئے ہیں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"مسٹر عمران۔ خدا کے لئے میری بات سنجیدگی سے سن لیجئے۔ لیڈی تنویر کا خیال ہے کہ صرف آپ ہی میری مدد کر سکتے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اب بڑی لاپروائی سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

تہمینہ نے پھر کہا۔ "لیڈی تنویر نے یہ بھی بتایا تھا کہ آپ بہت مشکل سے قابو میں آئیں گے۔"

"لیڈی تنویر نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ شہاب فکری کو کب سے جانتی ہیں۔"

"میرے خدا" تہمینہ اچھل پڑی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "کیا کیپٹن فیاض نے آپ کو بتایا تھا۔"

"جی نہیں کیپٹن فیاض بھی اپنا قرض ہی وصول کرنے آیا تھا۔"

"پھر آپ نے یہ سوال مجھ سے کیسے کیا؟"

"کیونکہ میں بارہا آپ کو شہاب فکری کے ساتھ دیکھ چکا ہوں اور مجھے اس کا بھی علم ہے کہ آج کل کسی پاگل کتے نے اسے سچ مچ لیڈر بنا دیا ہے۔"

"اوہ — اتنی بے دردی سے اس ٹریجڈی کا تذکرہ نہ کیجئے۔ مسٹر عمران۔"

"اچھا" عمران نے بڑی سعادتمندی ظاہر کی۔

"کیپٹن فیاض یہ کام کیوں نہیں کر سکیں گے۔ کیا آپ مجھے اس کی وجہ بتا سکتے ہیں؟" تہمینہ نے پوچھا اور دوسرا گلاس لبریز کرنے لگی۔

"وجہ آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتی ہیں"

"نہیں آپ کا خیال معلوم کرنا چاہتی ہوں"

"میرا خیال یہ ہے کہ آپ خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہی ہیں" یہ چاروں حادثات اتفاقیہ بھی ہو سکتے ہیں"

"اتفاقیہ — ہرگز نہیں۔ میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ ایک ہی پارٹی کے چار لیڈر اور لیڈر بھی کیسے جن پر پارٹی کے استحکام کا دارومدار تھا — کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس بار یہی پارٹی' برسر اقتدار آئے گی"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ پھر"

"کیا بہترین لیڈروں سے محروم ہو جانے پر یہ پارٹی الیکشن کے زمانے تک زندہ رہ سکے گی"

"نہیں"

"آپ ہی بتائیے کہ میں انہیں اتفاقیہ حادثات کیسے سمجھ لوں"

"سمجھئے... لیکن ابھی تک آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ آپ شہاب فخری کو کب سے جانتی ہیں"

"سالہا سال سے ہم دونوں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ اوہ مسٹر عمران کیا اتنی چھوٹی عمر میں اتنی ترقی حیرت انگیز نہیں ہے۔ وہ ملک کا سب سے کمسن لیڈر ہے"

"یقیناً ہے"

"پھر بتائیے۔ میں کیا کروں"

"اچھا میں کوشش کروں گا کہ وہ ایک سال کے اندر ہی اندر بوڑھا ہو جائے اور کوئی خدمت ہے"

تہمینہ پھر ہنسنے لگی مگر انداز رو دینے کا سا تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ گفتگو کرتے وقت اظہار خیال کے لئے الفاظ کا انتخاب میرے لئے مشکل ہو جاتا ہے"

"کیا شہاب شروع ہی سے اس پارٹی کے لئے کام کرتا رہا ہے" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس نے اب تک کئی پارٹیاں بدلی ہیں۔ دیکھئے نا مسٹر عمران آگے بڑھنے کے لئے یہی کرنا پڑتا ہے۔ ایک آدھ بار اس سے اندازے کی غلطی بھی ہوئی ہے ورنہ وہ اس وقت وزیر نہ ہوتا"

"یعنی... وہ موجودہ برسر اقتدار پارٹی کا ایک رکن ہوتا"

"غالباً"

"لیکن اندازے کی غلطی اسے استقلال پارٹی کی طرف لے آئی"

"جی ہاں"

"اور جب استقلال پارٹی کے آگے بڑھنے کے امکانات پیدا ہوتے تو پاگل کتوں کی بن آئی"

تہمینہ نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ تیسرا گلاس بھر رہی تھی۔

"اچھا تو پھر آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں" عمران نے پوچھا۔

"برسر اقتدار پارٹی کے ان افراد کے خلاف تفتیش کیجئے' جو یہ سب کچھ لا رہے ہیں"

"اگر تفتیش ہو بھی گئی تو آپ کیا بنا بگاڑ لیں گی!"

"میں اپنے سینے میں چھرا گھونپ لوں گی۔ اس سازش کے خلاف پوری قوم کو بھڑکا دوں گی۔"

"چھرا گھونپ لینے سے پہلے یا بعد!"

"میرا مضحکہ نہ اڑایئے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ مطمئن ہو جاؤں۔"

"بس مطمئن ہو جایئے کہ یہ برسرِ اقتدار پارٹی ہی کے کچھ افراد کی حرکت ہے۔"

"آپ کو یقین ہے۔"

"میں سنی ہوئی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔"

"میں کہتی ہوں یہ سب کچھ جہنم میں جائے لیکن شہاب کی ذہنی حالت ٹھیک ہو جائے۔ مجھے اس کے سیاسی کیریئر سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کیا میں کوئی ڈاکٹر ہوں کہ اس کی ذہنی حالت ٹھیک کر سکوں گا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا چاہتی ہوں۔"

"اور میں بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کس معاملے میں میری مدد کی خواہاں ہیں۔ غالباً آپ نے فیاض سے بھی مدد ہی طلب کی تھی۔"

"جی ہاں۔ مگر وہ سرکاری آدمی ہیں۔"

"برسرِ اقتدار پارٹی کے کسی فرد کے خلاف تفتیش نہیں کر سکے گا۔ کیوں؟"

"جی ہاں۔ آپ سمجھتے ہی ہیں۔"

"میں سب کچھ سمجھتا ہوں۔ پھر بھی میرا سوال تشنہ رہا جاتا ہے جب آپ بھی برسرِ اقتدار پارٹی کے خلاف آواز نہ اٹھا سکیں گی تو تفتیش سے فائدہ ہی کیا۔"

"مجھے شبہ ہے کہ شہاب اس سازش سے واقف تھا۔"

"آہا۔ ٹھیک اب آپ نے کام کی بات شروع کی ہے۔ لیکن آپ کو اپنے شبہ کی وجہ بھی بتانی پڑے گی۔"

"اس نے اکثر تذکرۃً کہا ہے کہ استقلال پارٹی اپنی بے پناہ مقبولیت کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔"

"اوہ۔ کیا یہ صرف شہاب ہی کا خیال تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ صرف شہاب ہی ایسا سوچ رہا تھا۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ اب بھی ایک عام آدمی کا یہی خیال ہے کہ اس بار استقلال پارٹی اکثریت میں ہو گی۔"

"شہاب نے اپنے اس خیال کی وجہ کیا بتائی تھی۔"

"کچھ بھی نہیں۔ میں نے وجہ پوچھی ہی نہیں تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ اتنی اہم بات نہیں تھی۔ ہم کسی ایک چیز کے متعلق مختلف قسم کے خیالات رکھ سکتے ہیں۔"

"مگر . . بس تخ . . . ار . . تھینیہ . . . میں اب بھی سوچ رہا ہوں کہ آپ نے اپنے تمام تر شبہات مجھ پر ظاہر کر دیئے ہیں یا اب بھی کچھ چھپا رہی ہیں۔"

"میں کیا چھپا رہی ہوں۔"

"ان لوگوں کی شخصیتیں جن پر آپ کو حقیقتاً شبہ ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی لیکن بدستور عمران کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔ عمران نے بھی اپنے سوال کے جواب پر زور نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی کوئی مدد نہ کر سکوں گا۔ مجھے افسوس ہے۔ آپ فیاض

ہی سے اس سلسلے میں گفت و شنید کیجئے۔"

"مسٹر عمران۔ پلیز۔۔۔ بیٹھ جائیے۔۔۔ خدا کے لئے بیٹھ جائیے۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر رو دینے کے سے انداز میں بولی۔

"ہاں۔ آں۔۔۔ میں بیٹھ سکتا ہوں۔ لیکن ہم شیرازی کبوتروں کے متعلق گفتگو کریں گے۔"

"شیرازی کبوتروں کے متعلق۔" تہمینہ نے حیرت سے دہرایا۔

"چلئے میں مرغیاں بھی برداشت کر لوں گا۔ مگر آپ اب پاگل کتوں کا تذکرہ نہیں چھیڑیں گی۔"

تہمینہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "لیڈی تنویر نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔ مسٹر عمران خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے۔ میرا مستقبل اب صرف اسی شخص کے ہاتھوں میں ہو سکتا ہے۔۔۔ جو۔۔۔"

یک بیک وہ خاموش ہو گئی۔۔۔ پھر تھوڑے توقف کے ساتھ بولی۔ "شہاب ہی میرا مستقبل ہے۔۔۔ اور آپ نے اس سلسلے میں وہ بات پوچھی ہے جو کیپٹن فیاض نے پوچھی تھی۔ آپ کو شبہ ہے کہ میں ایسے کسی آدمی کو جانتی ہوں جو ان واقعات کا ذمہ دار قرار دیا جا سکے۔"

"ہاں میں یہی محسوس کرتا ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"مگر میں کسی خاص آدمی کے خلاف شبہ نہیں ظاہر کرنا چاہتی۔"

"آپ کی مرضی۔۔۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اب مرغیوں اور کبوتروں کے متعلق گفتگو کیجئے۔ کیا خیال ہے۔ اگر منارکا مرغیوں کو فرنچ سکھائی جائے تو اتنے دنوں میں تلفظ پر قادر ہو سکیں گی۔"

"مسٹر عمران میں اپنا شبہ ظاہر کر دوں گی۔۔۔ خدا کے لئے مجھے بور نہ

کیجئے۔ میں ہنسنا نہیں چاہتی۔"

"آپ رونا شروع کر دیجئے۔ اگر میں بھی ساتھ نہ دوں تو میری گردن اڑا دیجئے گا۔ کیا لیڈی تنویر نے یہ نہیں بتایا تھا کہ عمران یاروں کا یار ہے۔۔۔ کسی حال میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اکثر میرے پڑوس کی بوڑھیاں میتوں پر بین کرانے کے لئے مجھے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ اور میں غمزدوں کی طبیعت خوش کر دیتا ہوں۔"

وہ پھر ہنس پڑی مگر انداز رو دینے کا سا تھا۔

"سنئے" وہ یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔ "جب میں نے شہاب سے استقلال پارٹی کی غیر متوقع شکست کے امکانات کی وجہ پوچھی تھی تو اس نے اس پر کوئی منطقی بحث نہیں کی تھی بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ نواب مشکور اس سلسلے میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

"نواب مشکور۔۔۔ ارے وہ تو ڈمی ہے۔۔۔ مٹی کا ڈھیر۔" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"کیوں؟"

"ارے بس وہ قومی اسمبلی کا ایک ممبر ہے۔ نہ کبھی اخبارات میں اس کے بیانات آتے ہیں اور نہ کبھی میں نے کسی اخبار میں اس کی تصویر ہی دیکھی ہے اجلاس کے دوران میں بھی اسے کبھی بولتے ہوئے نہیں سنا گیا۔"

"اس لئے وہ مٹی کا ڈھیر ہے۔" تہمینہ مسکرائی۔

"چلئے شکر کا ڈھیر سمجھ لیجئے۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا آپ نے اسے کبھی دیکھا ہے۔"

"نہیں" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا دیا۔ "وہ بہت کم اپنے مکان کی چہار دیواری سے نکلتا ہے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران میں بھی وہ بند

گاڑیوں میں آتا ہے۔"

"لیکن اس کے پاس بے شمار اقسام کے کتے ہیں۔" تہمینہ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کہا۔

"تب آپ اُسے غلاظت کا ڈھیر کہہ سکتی ہیں۔"

"پوری بات سنیئے۔" وہ جھلا گئی۔

"آپ بتاتی کب ہیں کہ بات پوری ہو گئی یا نہیں ہوئی۔ اگر میں یہ بوتل نیچے رکھ دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔"

تہمینہ کا گلاس خالی ہو چکا تھا اور وہ بوتل کی طرف ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی کہ عمران نے اسے اٹھا کر نیچے رکھ دیا اور تہمینہ کے ہونٹوں پر ایک جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"ہاں اب آپ اپنی پوری پوری باتیں مجھے سنا سکتی ہیں۔" عمران نے کہا "میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ سنوں گا۔"

"خیر — ہاں... آپ... مجھے زیادہ اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے آج کل صرف شراب ہی سکون بخشتی ہے۔ آپ نے مجھے اس سے بھی محروم کر دیا۔"

"وقتی طور پر... اس کے بعد اگر آپ دو چار مشکیں بھی پی جائیں گی۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اب آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ لیکن بات پوری نہیں ہوئی تھی۔"

"ہاں... میں یہ کہہ رہی تھی کہ وہ کتوں کا بیحد شوقین ہے۔ میں نواب شکور کی بات کر رہی ہوں۔ اس کے پاس بہتیرے ایسے ٹرینڈ کتے ہیں جو اکثر

بڑے بڑے کام کر گذرتے ہیں۔"

"آہا... یاد آیا... پچھلے سال ایک کتے نے کسی مشاعرے میں غزل بھی پڑھی تھی۔"

"مسٹر عمران" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"فرمائیے۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آپ کو شرم آنی چاہیئے۔"

"اب آیا کرے گی... کیونکہ نواب شکور کے کتے بھی غزل پڑھنے لگے ہیں اور میں نرا کوڑھ مغز ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں بھی کچھ نہ کہوں گی۔"

"نہیں آپ دوسری باتیں کیجئے۔ میں کسی خیراتی یا رمضانی کی مرغیوں کے متعلق سن لوں گا۔ لیکن نواب شکور کے کتوں کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔"

"آپ کے فرشتے بھی سنیں گے۔" وہ میز پر گھونسہ مار کر بولی "ورنہ میں یہیں آپ کا گریبان پکڑ لوں گی۔"

"ایسی حرکت بھی نہ کیجئے گا۔ ورنہ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ یہاں میرا ملازم بھی موجود نہیں ہے کہ ٹائی کی گرہ دوبارہ درست کر دے گا۔"

وہ اسے گھورنے لگی اور عمران پھر دردناک آواز میں بولا "مجھے آج تک ٹائی باندھنا نہ آیا... ہمیشہ چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے۔ میرا نوکر سلیمان اس سلسلے میں میری مدد کرتا ہے۔"

"آپ آخر میری بات کیوں نہیں سنتے۔"

"اگر وہ سچی ہوں تو میں ہر قسم کی باتیں سن سکتا ہوں۔"

"اچھا تو سنیئے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت نواب شکور کی ہے۔ وہ ایسے

کتے پیدا کر سکتا ہے جو صرف چند مخصوص آدمیوں پر حملے کریں ــــ یہ خود اس کا دعویٰ ہے۔"

"کیا آپ نواب شکور کو قریب سے جانتی ہیں؟"

"میں نے آج تک اس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔"

"پھر آپ کو اس دعوٰی کا علم کیسے ہوا؟"

"یہ بات بھی مجھے شہاب ہی سے معلوم ہوئی تھی۔"

"کیا شہاب اس کے خاص ملنے والوں میں سے ہے؟"

"اس کا علم مجھے نہیں ہے۔"

"کچھ دیر پہلے تو آپ کو کسی بات کا علم نہیں تھا۔"

"پہلے میں خاص طور سے کسی کا نام لینا نہیں چاہتی تھی۔"

"خیر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں ــــ مگر ایک بات۔"

"میں پورا پورا معاوضہ ادا کروں گی۔"

"خیر معاوضے کی بات تو بعد کو ہوگی۔ آپ یہ بتائیے کہ آپ کا ذریعہ معاش؟"

"کچھ بھی نہیں۔ ویسے لوگوں کا خیال ہے کہ میں کروڑوں کی جائیداد کی مالک ہوں۔"

"آپ اپنا خیال ظاہر فرمائیے۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ میں دس بیس ہزار معاوضے کی صورت میں بآسانی ادا کر سکوں گی۔ لہٰذا آپ کو اس کی فکر نہ ہونی چاہیے۔ لیڈی تنویر کسی مفلس عورت کو آپ کے گھر کا پتہ نہیں بتا سکیں گی۔"

"آپ بحالت موجودہ بھی اس جائیداد کی مالک ہیں یا کسی کے بعد مالک بننے کی امید ہے؟"

"میں اس وقت بھی اس کی مالک ہوں۔"

"قیام کہاں ہے؟"

"سلطان محل میں۔"

"اوہ ــ تو آپ وہ ہیں۔ مگر سلطان محل کی مالکہ کا نام تہمینہ تو نہیں ہے۔"

"کشور سلطان میرا خاندانی نام ہے۔ . . یہ نام تو شہاب نے طالب علمی کے زمانے میں میرے لئے تجویز کیا تھا۔"

"نواب شکور سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟"

"بس اتنا ہی کہ ہم دونوں کا شجرہ ایک بادشاہ سے جا ملتا ہے۔"

"اچھا مس تہمینہ میں آپ سے کسی وقت ملوں گا۔"

"میں کچھ رقم پیشگی بھی دے سکوں گی۔ مگر ابھی تک آپ نے معاوضے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"معاوضہ میں لیڈی تنویر کے فیصلے پر چھوڑتا ہوں۔" عمران نے کہا۔ اور اٹھ گیا۔

●

نواب شکور تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ایک گوشہ نشین قسم کا جھکی آدمی تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ دن رات یا تو پڑھا کرتا ہے یا پھر اس کی دلچسپی کا واحد مرکز اس کے کتے ہیں اور کتوں سے شوق کے بارے میں کئی طرح کی باتیں سنی جاتی تھیں۔ جن کی تصدیق ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ وہ کتوں کی ایک نئی نسل پیدا کرنے کی فکر میں ہے جس کے سلسلے میں وہ آئے دن نت نئے تجربات کرتا ہے۔ کچھ لوگ اور بھی لغو قسم کی افواہیں پھیلاتے تھے۔

بہرحال عمران تک سنی سنائی باتیں پہنچی تھیں۔ نہ اس نے آج تک نواب شکور کو دیکھا تھا اور نہ کسی معتبر آدمی کی زبانی اس کے متعلق کچھ سنا تھا اس نے کبھی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی کہ وہ اس کے متعلق کچھ معلوم کرے۔ کیونکہ شہر میں تو اس سے بھی بڑے بڑے سنکی آدمی موجود تھے اور خود عمران ہی کس سے کم تھا۔ دوسرے لوگ خود اسی کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلایا کرتے تھے۔

لیکن اب وہ دو دن سے نواب شکور کے متعلق باقاعدہ طور پر چھان بین کر رہا تھا شہر میں کچھ ایسے آدمی بھی موجود تھے۔ جنہوں نے نواب شکور کو قریب سے دیکھا تھا اور اس کی بہتیری عادات و خصائل سے واقف تھے۔ عمران نے ایسے ہی لوگوں کو اپنی معلومات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی تھی۔

اسے معلوم ہوا تھا کہ نواب شکور سچ مچ کریک ہے۔ اس کی عمر تیس سے زیادہ نہیں تھی۔ اسے مطالعہ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ساٹھ سال کی عمر میں باقاعدہ طور پر سیاست میں حصہ لینے کے قابل ہو جائے گا فی الحال وہ تجربات حاصل کر رہا تھا۔ اس نے پچھلے انتخابات میں حصہ لیا تھا۔ اور سب سے مضبوط پارٹی کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مضبوط پارٹی موجودہ برسرِ اقتدار پارٹی تھی۔ پارٹی کو انتخابات کے دوران میں مالی مشکلات در پیش تھیں، جو نواب شکور کی مدد سے دور ہو گئی تھیں۔ اس لئے نواب شکور کو قومی اسمبلی کے لئے ایک نشست حاصل کر لینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ لیکن حقیقتاً اس کا کوئی سیاسی کیریئر نہیں تھا۔ جیسے سیٹھ بجو خاں فجو خاں اسمبلی کے ممبر ہو گئے تھے اسی طرح نواب شکور نے بھی نشست حاصل کر لی تھی۔ عمران کے خیال کے مطابق دونوں ہی مٹی کے ڈھیر تھے۔

لیکن اسے اس سے غرض نہیں تھی۔ وہ تو نواب شکور کو تھیئنہ کے شبہات کے تحت ایک مخصوص مسئلے کے سلسلے میں چیک کرنا چاہتا تھا۔

اسے یہ بھی معلوم تھا کہ نواب شکور سے ملنا آسان کام نہیں ہے۔ اوّل تو یوں بھی بہت کم لوگ اس کی طرف رُخ کرتے تھے اگر کبھی کوئی بھولا بھٹکا ادھر جا بھی نکلتا تو نواب شکور کا سیکرٹری یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ نواب صاحب پہلے سے وقت کا تعین کئے بغیر کسی سے نہیں ملتے۔ اس پر بھی اگر کوئی وقت کا تعین کر کے ملاقات کرنے پر آمادہ ہو جاتا تو جواب ملتا، نواب صاحب آئندہ ماہ تک اتنے مشغول رہیں گے کہ شاید ملنے کا وقت نہ نکال سکیں۔ عمران نے اس طرح ملنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کس قسم کے لوگ باسانی نواب شکور تک پہنچ سکتے ہیں۔

نواب شکور کو کتابوں کے دیباچے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ شہر کے وہ کم مایہ ادیب جو اپنی کتابیں خود چھاپنا چاہتے عموماً نواب شکور ہی سے ان کے دیباچے لکھواتے تھے۔ مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ اسی بہانے نواب شکور سے کچھ نہ کچھ وصول کر لیں۔ طریقہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اس سے دیباچہ لکھوا کر لے جاتے اور دو تین دن بعد پھر پہنچ کر کہتے کہ پبلشر نے اب ان کی کتاب چھاپنے سے انکار کر دیا ہے۔ محض اس بنا پر کہ دیباچہ نواب شکور سے کیوں لکھوایا گیا۔ اس پر نواب شکور کو تاؤ آجاتا اور وہ اس ادیب سے کہتا کہ وہ خود ہی اپنی کتاب کیوں نہیں چھاپتا۔ ادیب اپنی مفلسی کی داستان شروع کر دیتا اور نواب شکور پورے نہیں تو آدھے اخراجات کا ذمہ ضرور لے لیتا تھا۔

بس اسی طرح ایک دن ایک مسودہ سنبھال کر عمران بھی ادھر جا نکلا۔ سب سے پہلے سیکرٹری سے مڈبھیڑ ہوئی اور اسے جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کوئی ادیب ہے اور اپنی کتاب کے لئے دیباچہ لکھوانا چاہتا ہے تو اس نے سب سے پہلے یہی سوال کیا کہ کسی پبلشر سے ابھی معاملہ تو طے نہیں کیا۔

نفی میں جواب پا کر سیکرٹری نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا "تب پھر آپ میرے لئے کیا کر سکیں گے"

عمران کو اس پر حیرت تو ہوئی لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا ویسے اس نے جملے کی مزید وضاحت کی درخواست ضرور کی تھی۔ اس پر سیکرٹری نے ازراہ ہمدردی اسے بتایا تھا کہ اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔ اگر کچھ وصول کرنے کی نیت ہے تو یہ کہا جائے کہ پبلشر سے معاملات طے ہو چکے ہیں۔

عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں وعدہ کر لیا کہ وہ یقینی طور پر جھوٹ

بولے گا۔ پھر سیکرٹری نے اسے بالکل ہی گاؤدی سمجھ کر کچھ گُر کی باتیں بتائیں اور اس سے وعدہ کرا لیا کہ وصول کی ہوئی رقم کے چوتھے حصے سے وہ سیکرٹری کے حق میں دستبردار ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ تو ہوا۔ ۔ ۔ لیکن نواب شکور کے سامنے پہنچتے ہی عمران حقیقتاً ہکا بکا رہ گیا۔ کیونکہ یہ تو وہی آدمی تھا جسے ایک دن اس نے دلیری کے شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت فرق صرف اتنا ہی تھا کہ اس کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک نہیں تھی۔

مگر عمران نے اپنی حیرت نہیں ظاہر ہونے دی۔ بلکہ اس کی بجائے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اس کی کنگ جارج ششم اسٹائل کی نوکیلی داڑھی بہت پسند آئی ہو۔

"میرے خدا" وہ آہستہ سے بولا "آپ تو بالکل کوئی جرمن فلاسفر معلوم ہوتے ہیں۔ نواب صاحب میری اس جسارت کو معاف فرمائیے گا"

"کوئی بات نہیں" نواب شکور ہنس پڑا "پچھلے دنوں ایک شاعر نے کہا تھا کہ میں سقراط کا ہم شکل ہوں"

"ضرور کہا ہو گا۔ جناب"

"آ۔ ہاں۔ ۔ ۔ خیر فرمائیے۔ کیسے تشریف لائے"

"میں کتوں کے سلسلے میں اپنی معلومات بڑھانا چاہتا ہوں"

"کیا۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا "مگر مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ آپ اپنی کتاب کا دیباچہ لکھوانا چاہتے ہیں"

"دیباچے تو میری بیوی بھی لکھ لیتی ہے" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میں تو دراصل یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا کہ لیڈی ڈوگ کے

کہتے ہیں۔"

"لینڈی ڈاگ" نواب شکور نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو خواہ مخواہ دوسروں کا وقت برباد کرتا پھرتا ہو۔"

عمران سمجھا شاید وہ اسے پہچان گیا ہے۔ کیونکہ وہ نہ تو اس وقت میک اپ میں تھا جب شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں اس سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور نہ یہیں میک اپ میں آیا تھا۔ اگر اسے ذرہ برابر بھی شبہ ہو جاتا کہ نواب شکور کوئی جانا پہچانا آدمی ثابت ہوگا تو اس سے اس قسم کی غلطی سرزد نہ ہوتی۔ وہ یا تو اس سے اس طرح ملنے کی کوشش ہی نہ کرتا یا پھر میک اپ کا سہارا لیتا ـــ اور یہ حقیقت ہے کہ اس نے اُسے دیکھتے ہی اپنی اسکیم بدل کر لینڈی ڈاگ کا قصہ چھیڑ دیا تھا۔ ورنہ مسودہ تو وہ لایا ہی تھا ـــ مگر کیا . . . اس بدلی ہوئی اسکیم کے نتائج دور رس ہوتے۔

عمران خود بھی یہی سوچ رہا تھا کیونکہ اس نے اپنی دانست میں شکار کے لئے دوسرے قسم کا تیر چھوڑا تھا۔ لیکن جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس طرح معاملات اور بھی الجھ جانے کے امکانات تھے۔ لہٰذا اس نے ہنس کر کہا۔ "میں مسودہ لایا ہوں جناب . . ."

"وہ لینڈی ڈاگ والی بات تو میں نے یوں ہی کہی تھی۔ میری آمد کا مقصد دراصل یہی ہے کہ آپ ازراہ نوازش میری کتاب کا دیباچہ لکھ دیں۔"

"میں آج کل عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ پھر کبھی تشریف لائیے گا۔" نواب شکور نے خنک لہجے میں کہا۔ "ویسے میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایک ادیب جو ساری دنیا کو ادب اور سلیقہ سکھانے کا دعویٰ رکھتا ہے اسے خود بھی تھوڑا بہت سلیقہ ہونا چاہئیے۔"

"اوہ ـــ" عمران بے ڈھنگے پن سے ہنسا۔ "میں دراصل ایک سورئیلسٹ قسم کا ادیب ہوں۔"

"یہ اور بھی بُرا ہے کہ آپ اپنے ادب پر کسی قسم کی چھاپ لگاتے ہیں۔ خیر لائیے۔ میں دیکھوں کہ ایک سورئیلسٹ ادیب نے کیا لکھا ہے۔"

عمران نے مسودہ کی کاپی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اوہ دیکھئے میں بھول گیا تھا۔ میں دراصل پرولتاری ادیب ہوں۔ یعنی کہ جی ہاں۔"

"آہا۔ تب تو آپ نے یقیناً اونچے طبقے پر کیچڑ اچھالا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ یقیناً۔"

"اور آپ اسی طبقے کے ایک آدمی سے اس کا دیباچہ لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"کبھی نہ لکھواتا۔ مگر کیا کروں مجبوری ہے کیونکہ مارکیٹ میں صرف آپ کے دیباچوں کی مانگ ہے۔"

"میرے دیباچوں کی مانگ ہے۔"

"جی ہاں۔ جس پبلشر کے پاس گیا تھا اس نے کہا کہ کتاب تو اچھی خاصی ہے لیکن نواب صاحب کے دیباچے کے بغیر نہیں چلے گی۔"

"اوہ . . . اچھا۔" نواب شکور اس طرح ہنس پڑا جیسے مارکیٹ میں اس کے دیباچوں کی مانگ رہی ہو۔

"اور کیا جناب۔ اس شہر میں آپ کے علاوہ اور کون ہے جو دیباچے لکھ سکے۔"

نواب شکور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مسودہ دیکھنے لگا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا۔

"کیا آپ نے بچوں کے لئے یہ کہانیاں لکھی ہیں۔"

"نہیں جناب یہ وہ کتاب ہے جو دنیائے ادب میں تہلکہ مچا دے گی۔"

"چڑیا چڑے کی کہانیاں" نواب مشکور نے حقارت سے کہا۔

"آہا... آپ نہیں سمجھے... یہ تمثیلی کہانیاں ہیں جناب۔ چڑیا سے مراد ہے اپنا ملک اور چڑے کو وزیرِ اعظم سمجھ لیجئے۔ جس طرح چڑا چڑیا کے لئے بیتاب ہے اسی طرح وزیرِ اعظم ملک کی حالت سدھارنے کے لئے بے چین ہے... اور انڈے بچے ہم لوگ ہیں... جی ہاں..."

"کیا بکواس ہے"

"ارے واہ..." عمران ہاتھ نچا کر بولا "بکواس اس لئے ہے کہ نثر میں ہے اگر میں نے اسی خیال کو نظم کر دیا ہوتا تو مشاعرے الٹ جاتے جناب..."

"اچھی بات ہے اب اسے نظم کر کے مشاعرے الٹنے کے کام میں لائیے۔ ہو سکتا ہے اس وقت میں دیباچہ بھی لکھ دوں"

"آپ نے میرا دل توڑ دیا جناب" عمران گلوگیر آواز میں بولا "میں تو سمجھا تھا کہ جس وقت یہ کہانیاں آپ کے دیباچے کے ساتھ شائع ہوں گی... خیر اب میں خود ہی دیباچہ بھی لکھ لوں گا... اور نیچے آپ کا نام ڈال دوں گا"

"کیا"

"جی ہاں۔ پھر فرمائیے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے جب کہ پبلشر اسے آپ کے دیباچے کے بغیر چھاپنے سے انکار کر دے"

"آپ جانتے ہیں اس کی سزا کیا ہو گی اور آپ کتنا بڑا جرم کریں گے"

"اگر یہ کتاب نہ چھپی تب بھی جرائم ہی میری بسر اوقات کا ذریعہ ہوں گے آپ تو نواب ہیں آپ کو کیا علم کہ ایک کنوارے ادیب کی زندگی کس طرح بسر ہوتی ہے"

"آپ عجیب آدمی ہیں"

"جانور کہئے... آدمی تو آپ کے کتے ہیں۔ جنہیں تجربات ہی کے لئے کتیاں نصیب ہو جاتی ہیں... جی ہاں مجھے کہنے دیجئے۔ میرے سینے میں اس وقت وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو ایک پرولتاری ادیب کے سینے میں ہونا چاہیئے"

"میں آپ کو آگاہ کر رہا ہوں کہ اگر آپ نے ناجائز طور پر میرا نام استعمال کیا تو میں آپ کے خلاف دعویٰ دائر کر دوں گا"

"آپ شوق سے دعویٰ دائر کر دیجئے۔ میرے پروگرام میں تو اب تبدیلی ہونے سے رہی"

نواب مشکور جھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

وہ عمران کو گھورتا ہوا اٹھ گیا۔

"ہیلو۔ یس مشکور اسپیکنگ" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی بھنویں تن گئیں اور اس نے بہت برا سا منہ بنایا۔ غالباً دوسری طرف سے جو کچھ بھی کہا جا رہا تھا اسے پسند نہیں تھا۔

"تم نشے میں تو نہیں ہو تہمینہ" اس نے غرا کر کہا۔

اور پھر سننے لگا۔ کبھی اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آتے اور کبھی وہ انتہائی غصے کے عالم میں اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگتا۔

"کر چکیں بکواس" اس نے کچھ دیر بعد کہا "اچھا تو سنو! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پہلے اس کا علاج کراؤ۔ پھر مجھ سے بات کرنا... ہاں ہاں... اچھا... چلو یہی سہی... اگر تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہے تو تم باقاعدہ طور پر پولیس کو اس سے مطلع کر دو اور آئندہ میرا وقت برباد کرنے سے گریز کرو"

وہ ریسیور کریڈل میں پٹخ کر عمران کی طرف مڑا۔

"آپ تشریف لے جا سکتے ہیں جناب"

" تو کیا میں بے میل و نرام والیں . . . "

" بے نیل و مرام . . . اپنی یادداشت درست کیجئے- آپ ایک بہت بڑے ادیب ہیں- بس میرے پاس وقت نہیں ہے "

" ایک دن یہ محل خاک کا ڈھیر ہو جائیں گے " عمران دونوں ہاتھ ہلا کر ہذیانی انداز میں بولا " ساری امارت خاک میں مل جائے گی- بہت بڑا انقلاب کوئی ہوا میں کروٹ بدل رہا ہے "

" آپ بھی اسی کے ساتھ کروٹ بدلیے- مگر یہاں سے باہر نکلنے کے بعد " نواب شکور نے یہ کہہ کر گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا-

" ٹھہریئے- اگر کسی پر وقاری نے میرے ہاتھ بھی لگایا تو . . . "

" اسی لئے تو میں عرض کر رہا ہوں کہ شرافت سے تشریف لے جایئے "

" اچھا اب پھر کبھی آؤں گا " عمران اٹھتا ہوا بولا-

نواب شکور کوئی جواب دیئے بغیر سامنے والے دروازے میں مڑ گیا-

" وقت ہو گیا صاحب " باہر سے ایک خونخوار قسم کے پٹھان نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل آیا-

اس وقت اس کے ذہن میں صرف تین سوال تھے- نواب شکور نے شہر کے مختلف حصوں میں قیام گاہیں کیوں بنا رکھی تھیں- خیر یہ بھی کوئی خاص بات نہیں تھی . . . لیکن وہ ان قیام گاہوں میں چوروں کی طرح کیوں رہتا تھا- اور تیسرا سوال تھا تہمینہ کا رویہ- وہ نواب شکور کے سلسلے میں بہت مشکل سے راہ پر آئی تھی- اور یہی ظاہر کیا تھا کہ اس کا بیان بھی محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے- لیکن شاید اس وقت اس نے براہِ راست نواب شکور پر بھی شبے کا اظہار کر دیا تھا ورنہ وہ بھلا کر اسے پولیس کی مدد حاصل کرنے کا مشورہ کیوں دیتا-

◆

ٹھیک ساڑھے چار بجے شام کو عمران ایریل نائٹ کلب میں داخل ہوا . . . روشی خلافِ معمول ڈائیننگ ہال میں ملی- جو کافی کے برتن پر جھکی ہوئی شاید اپنا داہنا کان سینک رہی تھی- عمران سیدھا اسی کی طرف چلا گیا . . . اس نے کنکھیوں سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں-

عمران بیٹھ گیا اور پھر وہ ہولے ہولے کراہتی ہوئی بولی " میرے داہنے کان میں درد ہے "

" ہم . . . بائیں کان سے کوئی بات سن کر داہنے کان سے اڑا دینے کی کوشش کی ہو گی "

" اُف - فوہ — تم نے اس بار بڑا مکھی مار کام میرے سپرد کیا تھا . . . اب میں سوچ رہی ہوں کہ کس وقت یہاں سے نکل بھاگوں . . . پھر یہ تو بڑا مشکل کام تھا کہ رات رات بھر جاگتی رہتی "

" کیوں کیا ہوا "

"وہ پچھلی رات کسی وقت یہاں سے چلا گیا اور میں اس کی شکل بھی نہ دیکھ سکی۔"

"اوہ... بالکل چلا گیا۔"

"بالکل... اور... اب میں نے اطمینان کا سانس لیا ہے۔ آئندہ ایسے لغو کام میرے سپرد نہ کرنا۔ میں روزانہ پندرہ میل پیدل چل سکتی ہوں لیکن کہیں بند ہو کر بیٹھنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"خیر۔ ختم کرو۔ اب تم یہاں سے جا سکتی ہو... ویلری کے شراب خانے کی کیا خبر ہے۔"

"اس کے اوپر والا فلیٹ دن بھر مقفل رہتا ہے اور رات کو آباد ہو جاتا ہے۔ مگر پچھلی رات وہ مقفل ہی رہا تھا — اب اس وقت تم یہ بتائے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے کہ وہ کون تھا — اور تم کس لئے اس کی نگرانی کرا رہے تھے۔"

"محض اس لئے کہ تم بعد میں مجھ کو بور کرو... مگر تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کی شکل ہی دیکھتیں۔"

"میں تمہیں اس کا حلیہ بتا سکتی ہوں۔ ایک ویٹر نے مجھے بتایا ہے کہ وہ بالکل کنگ جارج ففتھ معلوم ہوتا تھا۔"

"تب تو تم سے بڑی غلطی ہوئی ورنہ میں اس وقت تمہیں یور مجیسٹی کہہ کر مخاطب کرتا۔" عمران نے مجہا سا منہ بنا کر کہا۔

"بتاؤ وہ کون تھا۔"

"کنگ جارج ففتھ... ایک رات میں نے اسے ایک کتے سے گفتگو کرتے دیکھا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم نہ بتاؤ۔ میرے پاس ایک بڑی اہم اطلاع ہے۔"

"اور وہ ہر حالت میں مجھ تک ضرور پہنچے گی۔ مگر میں تمہیں بتانا ہی چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایک لڑکی کا معاملہ ہے اور تم ہی اس سلسلے میں کچھ کر سکو گی۔"

"جولیانا فٹز واٹر۔"

"جب اس کی ضرورت محسوس کروں گا وہ بھی کسی نہ کسی کام پر مامور کر دی جائے گی۔"

خیر تم اصل موضوع کی طرف آؤ۔"

"ہاں تقریباً دس بارہ دن پہلے کی بات ہے۔ میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں ایک چینی لڑکی کے ساتھ پنگ پانگ کھیل رہا تھا۔ اچانک ایک سیاہ رنگ کا کتا وہاں گھس آیا۔ یہ واقعہ غیر معمولی تھا کیونکہ وہاں کتوں کا داخلہ ممنوع ہے بعض لوگ کلب کے ملازمین پر بگڑنے لگے۔ کتا وہاں سے بھگایا گیا اور شاید ڈائننگ ہال سے بھی اسے اسی طرح بھگایا گیا تھا۔ گو واقعہ غیر معمولی ضرور تھا لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی... پھر تھوڑی دیر بعد وہ کتا اسی میز پر نظر آیا جس پر ہم پنگ پانگ کھیل رہے تھے وہ روشندان سے اس پر کودا تھا۔"

"اوہو — یعنی چھت پر سے۔"

"ہاں — اور اب ہم لوگوں نے سوچا ممکن ہے اس کتے کا مالک اس کمرے میں موجود ہو۔ اکثر لوگ اپنے کتے بھی وہاں لاتے ہیں۔ لیکن وہ عموماً باہر ہی روک لئے جاتے ہیں اور ان کی نگرانی کے لئے وہاں الگ سٹاف ہے... ہاں اس وقت کمرے میں تقریباً دس یا بارہ آدمی رہے ہوں گے، جو مختلف میزوں پر کھیل دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کتے کا مالک نہ ثابت ہو سکا۔

پھر دفعتاً کمرے میں بھگدڑ مچ گئی کیونکہ اس وقت تک شہر کے تین سیاسی لیڈروں کو پاگل کتے کاٹ چکے تھے۔

"اوہ" روشی بول پڑی۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی حال ہی میں ایک کا اور اضافہ ہوا ہے۔"

"ہاں۔ آں۔۔۔ اب چار ہو گئے ہیں اور چاروں ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔۔۔ خیر ـــ تو ایک بار پھر وہ کتا وہاں سے بھگایا گیا اور اس بار میں اس کے پیچھے تھا ـــ کتا باہر لان پر نکل آیا تھا۔ اس کا رخ پھاٹک کی طرف ہو گیا۔ لیکن اچانک میں نے اس کی چیخ سنی اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ میں تیزی سے اس کی طرف جھپٹا۔ اس کی پسلیوں میں ایک بڑے چاقو کا دستہ نظر آیا جس کا پھل جسم میں پیوست ہو گیا۔ پھر مجھے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پرچھائیں سی نظر آئی جو کراٹا کی باڑھ کی اوٹ سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھ گئی تھی۔ میں بھی کتے کو وہیں چھوڑ کر پھاٹک کی طرف لپکا۔ پرچھائیں اب سڑک پر روشنی میں تھی اور میں اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ایک طویل قامت آدمی تھا جو اوور کوٹ اور فلٹ ہیٹ میں تھا لیکن میں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ اس نے کوٹ کے کالر اٹھا رکھے تھے اور فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ پھر میں اس آدمی کا تعاقب کرتا ہوا اس نائٹ کلب تک آیا تھا۔۔۔ اس کے دوسرے ہی دن سے تم اب تک یہاں مقیم ہو۔۔۔ لیکن تم بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکیں۔"

پھر اسی جگہ سے عمران نے تہمینہ کا تذکرہ چھیڑ دیا اور جب نواب شکور تک پہنچا تو روشی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ درمیان میں اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ کس طرح وہ شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں اس پراسرار آدمی کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"کہیں تمہیں دھوکا نہ ہوا ہو۔۔۔ پوور پال" روشی نے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ نواب شکور ہی تھا جسے میں نے اس فلیٹ میں دیکھا۔"

"اوہ۔ اور وہ کتے بھی پالتا ہے۔"

"ہاں۔ آں۔۔۔ نہ صرف پالتا ہے بلکہ ان پر مختلف قسم کے تجربات بھی کرتا رہتا ہے۔"

"تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

"نواب شکور کے خلاف کافی جدوجہد کرنی پڑے گی۔ وہ آسانی سے ہاتھ آنے والا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ بہت ذہین ہے اور جب تک میں اس کے خلاف کافی ثبوت مہیا نہ کر لوں اس کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکوں گا۔ تم جانتی ہی ہو کہ وہ کس پوزیشن کا آدمی ہے۔"

"کیا میں اس سے ملوں۔"

"مشکل ہے وہ شاید ہی تم سے ملے۔ اوہ۔ تم اسے مجھ پر چھوڑ دو اس کی بجائے تم تہمینہ کی فکر کرو ـــ میرا خیال ہے کہ وہ اس سے زیادہ جانتی ہے جتنا مجھے بتا چکی ہے۔"

روشی کچھ کہتے کہتے رک گئی اور آہستہ سے بولی "کیپٹن فیاض۔۔۔ وہ اسی طرف آ رہا ہے۔"

عمران نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے میں فیاض کرسی کھسکا کر اسی میز پر بیٹھ رہا تھا۔

"ہم دونوں کافی بے تکلف ہیں۔" فیاض نے عمران کی طرف دیکھ کر روشی سے کہا۔

"فلیٹ کل تک خالی ہو جائے گا۔" عمران اس کی طرف دیکھے بغیر بڑبڑایا آواز دردناک تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ فلیٹ نہیں کسی محبوبہ سے دستبردار ہو جانے کا معاملہ رہا ہو۔

"ختم کرو۔" فیاض مسکرایا۔ "فی الحال میں نے اپنے عزیز کے لئے دوسرا انتظام کر دیا ہے۔"

"خدا کرے تمہارا بھی کہیں دوسرا انتظام ہو جائے۔"

"میں تم سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

"کرو" عمران بے بسی سے بولا۔

"مگر"

"اس کی پروا نہ کرو کہ روشی بھی یہاں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ تم جو کچھ بھی مجھ سے کہو گے اس کا علم روشی کو ضرور ہو جائے گا۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہاری ضروری باتیں روشی کی عدم موجودگی میں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں" فیاض معنی خیز انداز میں ہنسا اور روشی بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ ویسے وہ اس وقت ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کی دوسری ٹرے کے لئے کہہ رہی تھی۔

عمران فیاض کو گھورتا رہا۔ فیاض پھر بولا۔ "کیا تم نواب شکور کو جانتے ہو۔"

"آہم ۔" عمران ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بولو"

"ہاں۔ میں نواب شکور کو اچھی طرح جانتا ہوں بچپن میں ہم دونوں عموماً ایک ہی لنگوٹی میں رہا کرتے تھے۔ یعنی کہ کلوٹیا۔۔۔ یار۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔ غالباً لنگوٹیا یار۔"

"وہ کس قسم کا آدمی ہے۔"

"کنگ جارج ففتھ قسم کا۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ وہ کنگ جارج ففتھ سے بہت مشابہ ہے۔ میں اس کے عادات و خصائل کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ ویسے اگر تم اس سے ملنے کی کوئی صورت نکال سکو تو بہتر ہے۔"

"آخر کیوں۔"

"تم مجھ سے اُڑنے کی کوشش نہ کرو۔ کیا تہمینہ تم سے نہیں ملی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی پاگل ہوتی جا رہی ہے۔"

"کیوں۔"

"تم بتاؤ کہ اس نے تم سے کیا کہا ہے۔"

"مجھ سے اس نے جو کچھ بھی کہا ہے تمہیں اس سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ تم اپنی بات کرو۔"

"آخر کیا کہا تھا۔"

"اگر تم اپنی ہی ذات تک محدود رکھنے کا وعدہ کرو تو بتا دوں۔"

"اس کی طرف سے مطمئن رہو۔"

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "اس کا ایک چچا "چی ہُوا ہُوا" میں رہتا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ اس کی شادی کہاں ہوئی تھی۔"

"تمہاری ایسی کی تیسی۔۔۔" فیاض جھلا گیا اور روشی ہنس پڑی۔ اس پر فیاض کو اور زیادہ تاؤ آیا۔۔۔ اتنا زیادہ کہ پھر وہ اس میز سے اٹھ ہی گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا" روشی نے عمران سے کہا۔

"میں یہی چاہتا تھا۔ آج کل میرا موڈ بہت جلد خراب ہو جاتا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ کسی عقلمند آدمی سے دیر تک گفتگو کروں۔"

فیاض دوسری میز پر جا بیٹھا تھا لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"تہمینہ کیا سچ مچ پاگل ہو گئی ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "پہلے اس نے فیاض سے نواب شکور کا تذکرہ نہیں کیا تھا اور شاید پہلی ہی بار وہ نواب شکور سے بھی الجھی تھی۔"

"پہلی بار کیوں؟ کیا تمہیں یقین ہے کہ دونوں میں پہلی ہی بار اس مسئلے پر کوئی گفتگو ہوئی ہے۔"

"ہاں — گفتگو کا انداز یہی کہہ رہا تھا۔ نواب شکور نے فون پر اسی لہجے میں گفتگو کی تھی۔ جیسے وہ بات پہلی بار اس کے سامنے آئی ہو۔"

"یہ لڑکی کیا چاہتی ہے۔"

"یہی تمہیں دیکھنا ہے — وہ سلطان محل میں رہتی ہے۔۔۔ ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔ مطلب یہ کہ تنہا ہونے کے ساتھ ہی ساتھ وہ کافی مالدار بھی ہے۔"

"میں دیکھوں گی۔"

●

عمران تقریباً نو بجے رات کو اپنے فلیٹ میں واپس آیا۔ سلیمان نے بتایا کہ کئی بار کوئی صاحب اس کے لئے کال کر چکے ہیں اور آخری کال میں انہوں نے اپنے نمبر نوٹ کراتے ہوئے کہا تھا کہ عمران جس وقت بھی آئے' ان نمبروں پر رنگ کرلے۔ سلیمان اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتا سکا تھا۔

عمران نے نمبر دیکھے وہ اس کے کسی شناسا کے نہیں تھے۔ اس نے اپنی یادداشت کی کاپی نکالی۔ اس میں بھی وہ نمبر نہیں ملے۔ وہ دراصل پہلے ہی سے معلوم کئے بغیر ان نمبروں پر رنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

تھک ہار کر آخر اس نے انکوائری کے نمبر ڈائیل کئے اور تقریباً پندرہ منٹ بعد اسے معلوم ہو سکا کہ وہ کس کے نمبر تھے۔ پھر اس نے دو منٹ متحیر رہ جانے میں گذار دیئے۔ کیونکہ وہ نمبر نواب شکور کے تھے۔

"ہمپ" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔ "تو نواب شکور مجھ سے واقف ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ شاید نواب شکور اس کا منتظر ہی تھا۔ عمران نے اس کی آواز پہچان لی۔

"آپ نے مجھے رنگ کیا تھا۔" عمران نے آواز بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میں ہوں۔۔ علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ڈاکٹن؟"

"ہاں میں نے تمہیں رنگ کیا تھا"

"میرے لائق کوئی خدمت"

"تم چڑیا چڑے کی کہانی لے کر کیوں آئے تھے"

"تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے۔ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا اور مجھے اس کا بھی علم تھا کہ کس قسم کے لوگ آپ سے بآسانی مل سکتے ہیں" عمران سچ بولنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔

"کیوں ملنا چاہتے تھے"

"بس یوں ہی — چھیڑ چھاڑ کر ملنا میری ہابی ہے"

"کیا تمہیں تہمینہ نے نہیں بھیجا تھا"

"میں کسی تہمینہ کو نہیں جانتا"

"مجھے علم ہے کہ تمہیں تہمینہ نے بھیجا تھا۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے وہ سمجھتی ہے کہ سیاسی لیڈروں کو جو پاگل کتے کاٹ رہے ہیں۔ مجھ سے ہی تعلق رکھتے ہیں"

"آہا۔ ٹھہریئے — نواب صاحب" عمران نے گلا صاف کر کے کہا "آپ محترمہ کشور سلطان کا تذکرہ تو نہیں کر رہے"

"ہاں۔ کشور سلطان" نواب شکور غرایا۔

"میں نہیں جانتا کہ ان کا نام تہمینہ بھی ہے"

"اس نے تمہیں بھیجا تھا"

"جی ہاں۔ محترمہ کشور سلطان کا خیال ہے کہ آپ ایسے کتے پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، جو صرف سیاسی لیڈروں کو کاٹتے پھریں۔ مگر کیا محترمہ کشور سلطان ہی سے آپ کو اس کی اطلاع ملی ہے"

"نہیں — میرا گیم کیپر تمہیں پہچانتا ہے اور تمہارے پیشے سے بھی واقف ہے"

"اوہ میں سمجھا شاید محترمہ کشور سلطان نے آپ کو بتایا ہے"

"تم نے اسے مشورہ کیوں نہیں دیا کہ وہ براہ راست پولیس سے مدد طلب کرے"

"میں یہ کیسے مشورہ دے سکتا ہوں۔ نواب شکور جب کہ میرا ذریعہ معاش یہی ہے"

"لیکن تمہارا یہ ذریعہ معاش قطعی طور پر غیر قانونی ہے۔ ہمارے یہاں پرائیویٹ سراغ رسانوں کی گنجائش نہیں ہے"

"جی ہاں۔ میرا یہ پیشہ قطعی طور پر غیر قانونی ہے۔ . . لہٰذا میں آپ کو مشورہ دے رہا ہوں کہ آپ پولیس کو اس کی اطلاع دے دیجئے"

"مجھے اس کا بھی علم ہے کہ تم قانون کی زد پر مشکل ہی سے آتے ہو"

"ہے نا" عمران خوش ہو کر بولا "اب آپ فرمایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ میرے پیشے سے تو آپ واقف ہی ہیں"

"میری خدمت" عمران نے ایک زہریلی سی ہنسی سنی "میری خدمت یہ ہے مسٹر عمران کہ تم میرے خلاف ثبوت بہم پہنچانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دو اگر تم اسے ثابت کر سکے تو میں تمہیں دس ہزار روپے انعام دوں گا"

"گڈ" عمران چہک کر بولا "کام تو ایک ہی ہے لیکن اسی کے محترمہ کشور سلطان سے بھی مبلغ پانچ ہزار ملیں گے اور آپ دس ہزار فرما رہے ہیں . . . پندرہ ہزار"

عمران کچھ اور بھی بکتا مگر دوسری طرف سے منقطع کر دیا گیا تھا۔

●

شہاب نکری ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کے بال سنہرے اور گھونگریلے تھے۔ آنکھیں بڑی اور کافی دلکش تھیں۔ بحیثیت مجموعی وہ ایسا ہی حسین تھا کہ اونچے طبقے کی عورتیں اس کی دوستی پر فخر کرتی تھیں۔ پہلے وہ صرف ایک خوش گو اور خوش نوا شاعر تھا مگر پھر اس نے سیاست میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی اور آہستہ آہستہ اس لائن میں بھی مقبول ہو گیا تھا۔ اس کی دھواں دھار تقریریں آگ سی لگا دیتی تھیں اور جو کچھ بھی وہ چاہتا تھا سننے والوں سے منوا چھوڑتا۔ استقلال پارٹی کے پرانے لیڈروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا اور اس میں بھی کسی شبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ شہاب کی شمولیت ہی نے اس پارٹی کو نئی زندگی بخشی تھی۔ ورنہ اب اس پارٹی کے دوبارہ ابھرنے کے امکانات نہیں رہ گئے تھے۔ پچھلی لغزشوں کی بنا پر نہ صرف اس کا دورِ اقتدار ختم ہو گیا تھا بلکہ دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر شہاب کی آمد اس کے لئے نیک فال ثابت ہوئی اور اب وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کہ آنے والے انتخابات میں استقلال پارٹی اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کرے گی۔

لیکن اچانک اس پر پاگل کتوں کی مصیبت نازل ہو گئی اور چار بہترین دماغ ہاتھ سے جاتے رہے۔ انہیں میں شہاب بھی تھا۔ یہ چاروں لیڈر اپنا

ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے۔ مگر کیا حقیقتاً استقلال پارٹی ان حادثات کی بنا پر ختم ہو جاتی اگر اس کے کارکنوں نے بروقت کسی سازش کے امکانات کا پروپیگنڈہ نہ شروع کر دیا ہوتا۔

یہی چیز عمران کے لئے الجھن کا باعث تھی۔ وہ سوچتا کہ اگر یہ کسی قسم کی سازش ہی تھی تو آخر اس کا مقصد کیا تھا۔ اگر سازش کرنے والے یہ چاہتے تھے کہ استقلال پارٹی کا زور ٹوٹ جائے تو انہیں اس میں سو فیصدی ناکامی ہوئی تھی۔ کیونکہ جب سے استقلال پارٹی نے کسی سازش کے امکانات کا پروپیگنڈہ شروع کیا تھا عوام کی ہمدردیاں پارٹی کے لئے اور زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ پھر وہ محض اتفاق ہی رہا ہو۔ لیکن پھر اسے وہ کتا یاد آتا جو ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں پنگ پانگ کی میز پر کودا تھا۔ اس نے اس کتے کی موت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور وہ پُراسرار آدمی جو اس کی موت کے بعد ہی کراٹن کی باڑھ کی اوٹ سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ — آدمی . . . بعد کو نواب شکور ثابت ہوا تھا اور تہمینہ نواب شکور کے لئے ہی چیختی پھر رہی تھی اور نواب شکور عمران کو برابر چیلنج کر رہا تھا کہ وہ اس کے خلاف ثبوت فراہم کرے۔

دوسری طرف کیپٹن فیاض نے بھی ٹکریں مارنی شروع کر دی تھیں۔ وہ یہ سب کچھ محض تہمینہ کی خاطر کر رہا تھا۔ لیکن نواب شکور کی طرف رُخ کرنے کی ہمت نہیں پڑی تھی بلکہ اکثر وہ اسے یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ نواب شکور جیسا شریف آدمی سازشی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ حقیقتاً سازش ہی ہے تو کسی دشمن ملک کے جاسوسوں کے ذریعہ عمل میں آئی ہو گی۔

تہمینہ اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھی۔ عمران نہ جانے کیوں اس کے سائے سے بھی بھڑکنے لگا تھا۔ اگر وہ کبھی اس سے ملنے آتی اور وہ فلیٹ میں موجود ہوتا تب بھی اسے ناکام ہی واپس جانا پڑتا کیونکہ سلیمان کو یہی ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اسے فلیٹ میں قدم بھی نہ رکھنے دے۔

دوسری طرف روشی اس سے قریب ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے کافی حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ عمران نے ابھی تک اس کیس میں اپنے صرف دو ماتحتوں سے کام لیا تھا۔ ان میں ایک بلیک زیرو تھا اور دوسرا صفدر۔ وہ صفدر ہی تھا جو ولیری کے شراب خانے سے عمران کے لئے معلومات فراہم کرتا تھا اور اب بھی شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ کی نگرانی اسی کے ذمے تھی۔ لیکن بلیک زیرو تو ایک ہفتے کے اندر ہی اندر استقلال پارٹی کا ایک سرگرم کارکن بن گیا تھا اور اس کی تمام تر ذمہ داری عمران پر تھی۔

ان دنوں ملک ایک عجیب و غریب دور سے گذر رہا تھا۔ عوام نے ان حادثات کی ذمہ داری برسر اقتدار پارٹی پر ڈال دی تھی اور برسر اقتدار پارٹی انگشت بدنداں تھی کہ اس غلط فہمی کو کس طرح رفع کیا جائے

محکمہ سراغرسانی سرکاری طور حرکت میں آچکا تھا۔ اخبارات چیخ رہے تھے لیکن عمران سوچ رہا تھا کہ کیا ان اخبارات کے ایڈیٹروں پر بھی پاگل کتوں کے حملے ہوتے ہیں۔

یہ سب "سازش۔ سازش" کی رٹ لگائے ہوئے تھے۔ عمران کی دانست میں اگر وہ سازش تھی تو سازش کرنے والے نرے گدھے ہی تھے۔ کیونکہ سازش کا مقصد ہوتا ہے۔ اصلیت پر پردہ ڈالنا۔ یعنی سازش اسی لئے کی جاتی ہے کہ اسے سازش ثابت نہ کیا جا سکے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اظہر من الشمس

ہو چکا تھا۔ اگر اس کا مقصد یہی تھا کہ استقلال پارٹی کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں تو ان لیڈروں کے علاوہ کچھ عام آدمیوں کو بھی پاگل کتوں کا شکار ہونا چاہیئے تھا۔ اس طرح کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملتا۔ اور کام تو خیر ہو ہی رہا تھا۔

تقریباً بیس دن سے کوئی نیا حادثہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب نواب مشکور کا نام باقاعدہ طور پر لیا جانے لگا تھا۔ اس کے ان تجربات کا تذکرہ ہوتا، جو وہ کتوں پر کیا کرتا تھا۔ اکثر اخبارات کے طنز و مزاح کے کالموں میں اس پر چوٹیں کی جاتیں لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کھل کر اس کے خلاف کچھ کہہ سکتا۔ دوسری طرف عمران بھی اس کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کے سلسلے میں بڑی طرح شرمارہا تھا لیکن ابھی تک ایک فیصدی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے بھی کچھ دن لیڈری کرنی چاہیئے۔ ممکن ہے اسی طرح کوئی راہ نکل آئے۔

بلیک زیرو کی وجہ سے اسے اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کیونکہ بلیک زیرو پہلے ہی سے استقلال پارٹی کے لئے کام کر رہا تھا۔ پہلی بار بلیک زیرو ہی نے پبلک کو عمران سے روشناس کرایا تھا اور پھر عمران اور پبلک دونوں کی بن آئی۔ استقلال پارٹی کے جلسے ملا دو پیازہ اور بیربل کے اکھاڑے بن کر رہ گئے وہ اپنے مخصوص احمقانہ انداز میں طنزیہ تقریریں کرتا اور سننے والے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ہی سارا شہر اس سے واقف ہو گیا۔ وہ چونکہ انتخابی مہمات کا زمانہ تھا اس لئے شہر کے کسی نہ کسی حصے میں روز ہی عمران کو تقریر کرنی پڑتی تھی۔ اکثر تو ایسا ہوتا کہ استقلال پارٹی ایک ہی وقت میں شہر کے کئی حصوں میں میٹنگز کرواتی تھی اور عمران ادھر سے ادھر ہوتا پھرتا تھا۔ لوگ دراصل استقلال پارٹی کے جلسوں میں

شرکت ہی اس لئے کرتے تھے کہ عمران کی تقریر سنیں۔ انہیں اب فی الحال نہ پاگل کتے یاد رہ گئے تھے اور نہ وہ چار لیڈرز جو ان کے شکار ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

عمران اس صدی کا سب سے بڑا احمق اس حد تک بھی عقلمند نہیں تھا کہ میک اپ کے بغیر ہی پبلک میں چلا آیا ہوتا۔ اس کی ٹھوڑی پر ایک خوشنما سی فرینچ کٹ ڈاڑھی تھی اور باریک ترشی ہوئی مونچھیں۔ آنکھوں پر ریم لیس فریم کی عینک۔ وہ لیڈر سے زیادہ کوئی فرانسیسی اسکالر معلوم ہوتا تھا۔

گھر گھر اس کے چرچے تھے لوگ ہوٹلوں، ریستورانوں اور پارکوں میں اسے گفتگو کا موضوع بناتے اس کی احمقانہ تقریروں پر تبصرے ہوتے، اور نتیجہ یہی نکالتے کہ وہ بیوقوفوں کے سے انداز میں پتے کی باتیں کہہ جاتا ہے۔

آج کل عمران کا قیام دانش منزل میں تھا۔ اس کے سارے ماتحت جانتے تھے کہ وہ عمران ہی ہے اور ایکس ٹو کے حکم سے دانش منزل میں مقیم ہے اور اس کیس کے لئے بھی ان کی باگ ڈور عمران ہی کے ساتھ میں رہے گی۔ لہٰذا وہ انہیں جب کام پر لگاتا بے چوں و چرا لگ جاتے۔ تنویر بھی ان دنوں سیدھا ہی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایکس ٹو سے کسی طرح مفر ممکن نہیں۔ اگر وہ ملازمت ترک بھی کر دیتا تو ایکس ٹو کے عتاب سے بچنا محال ہی ہوتا اس لئے عمران تو کیا وہ عمران کے کتے کے پیچھے بھی دم ہلانے پر مجبور تھا۔

آج عمران جیسے ہی ایک جلسہ گاہ سے باہر نکلا جولیانا فٹنر واٹر سے مڈبھیڑ ہو گئی اور کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد وہ ایک گلی میں مڑ گئے۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر اس معاملے میں ایکس ٹو کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ ایکس ٹو کوئی بھٹیارن ہے جسے دوسروں کی ہانڈی چکھنے کی چاٹ پڑ گئی ہے۔"

"بھٹیارن کیا۔"

"ملکہ عالم کو کہتے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا اب ہمیں اتنا بھی حق حاصل نہیں ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کیا جائے اس کے متعلق کچھ معلوم کر سکیں۔"

"ارے تو جاؤ۔۔۔ چاٹو اسی چچ ہے کا دماغ۔۔۔ تم میرے کان کیوں کھا رہی ہو۔۔۔ یہاں تو صرف پچیس فیصد کمیشن سے کام ہے تم مجھے معقول معاوضہ دو تو ایکس ٹو کی ناک کاٹ کر تمہاری ہتھیلی پر بھی رکھ سکتا ہوں۔ اگر وہ معقول معاوضہ دے تو تمہاری ناک۔۔۔"

"شٹ اپ"

"اور کیا تمہاری ناک پر گلاب کی کیاریاں بنا دوں۔"

"مجھ سے مت بولو"

"اچھا۔ اے پیاری سڑک۔۔۔ اب میں تجھے حال دل سناؤں گا۔" عمران دردناک آواز میں گنگنایا۔۔۔ اور اپنی ننھی سی ڈاڑھی پر انگلی پھیرنے لگا۔

پھر دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ جولیا کے چہرے سے آہستہ آہستہ جھلاہٹ کے آثار غائب ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً اس نے کہا "تمہارے ساتھ تو چلتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

"کسی دن شرم تمہیں چلنے پھرنے سے بھی معذور کر دے گی۔" عمران نے جواب دیا۔

آخر یہ رومال اس طرح تمہاری جیب سے کیوں لٹک رہا ہے۔ . . ایسا بھی کیا بے ڈھنگا پن!"

"کہاں" عمران چونک پڑا۔ اور اب اس کی نظر اس رومال پر پڑی جو اس کی بائیں جانب والی جیب سے لٹک رہا تھا۔

"آہا . . . مگر . . . یہ . . . میرا تو نہیں ہو سکتا۔" اس نے رومال جیب سے نکالتے ہوئے کہا خوشبو کی لپٹ جولیا نے بھی محسوس کی۔ وہ ایک معطر اور خوش رنگ رومال تھا۔

"لیڈر ہونا بھی بڑی شاندار چیز ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ابھی بینک میں اندھیرے میں تھا۔ لیڈری کرنا دنیا کا آسان ترین پیشہ ہے عزت، دولت، شہرت سبھی کچھ آن کی آن میں نصیب ہو جاتے ہیں۔"

"تم اس رومال کی بات کر رہے تھے۔"

"ہاں یہ میرا نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ میں کس طرح اپنے مداحوں میں گھرا ہوا تھا۔ اسی وقت کسی نے یہ تحفہ میری جیب کی نذر کر دیا ہو گا . . . ہام . . . ٹھیک ہے . . . اس مجمع میں دو تین لڑکیاں بھی تھیں . . . ان میں سے کسی کو میری ڈاڑھی پسند آ گئی ہو گی۔

"پھر جھک مارنے لگے۔"

"کیا تمہیں میری ڈاڑھی پسند نہیں آئی۔"

"مجھے پہاڑی بکروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"سوئٹزرلینڈ کی بکریاں ہمیشہ گارنٹی کے ساتھ صحیح وقت بتاتی ہیں مگر تم

کیسی مونس ہو۔ مس ڈرنک واٹر۔"

"میں پہاڑی بکروں کی بات کر رہی تھی۔"

"اتنی جغرافیہ مجھے بھی یاد ہے کہ سوئٹزرلینڈ ایک پہاڑی ملک ہے۔ اب بھی اگر تمہیں پہاڑی بکرے پسند نہ آئیں تو تمہارے لئے آسمان سے بکرے اترنے کی دعا کر دوں گا۔"

ابھی وہ گلی کے اختتام پر بھی نہ پہنچے تھے کہ اچانک ایک بڑے سے کتے نے عمران پر چھلانگ لگائی۔

"ارے باپ رے" عمران اچھل کر پیچھے ہٹا۔ اس کا گھونسہ کتے کی تھوتھنی پر پڑا۔ جولیا تو پہلے ہی چیخ مار کر ایک طرف ڈھیر ہو گئی تھی۔

لیکن عمران کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہ کتا دوسرا حملہ کرنے کی بجائے اس کے ہاتھ سے گرا ہوا رومال منہ میں دبا کر سڑک کی طرف بھاگ نکلا تھا۔

"ابے او لینڈی ڈاگ کے بچے . . . میرا رومال" عمران اس کے پیچھے بھاگا۔

"ارے تم پاگل ہو گئے ہو۔ ٹھہرو . . ." جولیا چیخی۔ مگر عمران . . . کہاں سنتا تھا . . .

جولیا نے اسے سڑک پار کر کے سامنے والی گلی میں گھستے دیکھا . . کتا بھی ادھر گیا تھا۔

جولیا چند لمحے بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر چونک کر اپنے کپڑے جھاڑے اور سر کا وہ حصہ ٹٹولنے لگی جہاں گرنے سے چوٹ آئی تھی۔ پھر اس پر بدحواسی کا دورہ پڑا کیونکہ کئی آدمیوں نے اسے گرتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بے تحاشا اسی گلی میں مڑ گئی جس سے نکل کر کتے نے عمران پر حملہ کیا تھا۔

●

آٹھ بجے رات تک جولیا نے تقریباً پندرہ بار دانش منزل کے نمبر رنگ کئے لیکن ہر بار مایوسی ہی ہوئی۔ پھر تھک ہار کر اس نے عمران کے فلیٹ کے نمبر آزمائے دوسری طرف سے سلیمان نے جواب دیا کہ صاحب تقریباً ایک ہفتے سے گھر نہیں آتے۔

جولیا سخت الجھن میں تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کیا وہ کتا یونہی اتفاقاً عمران پر جھپٹا تھا یا پھر اس لئے کہ وہ بھی ان دنوں استقلال پارٹی کے ایک لیڈر کی حیثیت سے کافی مقبول ہو رہا تھا۔ لیکن اس نے اس پر دوسری بار حملہ کیوں نہیں کیا تھا۔

وہ سوچ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور اٹھا لیا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں ایک طویل سانس اس کے پھیپھڑوں سے آزاد ہوئی۔ کیونکہ دوسری طرف سے بولنے والا عمران ہی تھا۔

”جولیانا۔۔۔ کیا تم ہو۔۔۔ آہا۔۔۔ سنو۔۔ میں بھی پاگل ہو گیا ہوں اور اب تمہیں کتوں کی زبان میں ایک دھواں دھار تقریر سناؤں گا۔“

عمران نے کتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دیا اور جولیا دہاڑنے لگی۔

”خاموش رہو۔ خاموش۔۔۔ میں کہتی ہوں میری سنو۔ ورنہ اب میں

بھی پاگل ہو جاؤں گی۔“

”ویری فائن۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم بھی شروع ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم ڈوئیٹ گا سکیں تو فلموں کے پلے بیک سنگر کی حیثیت سے۔۔۔“

”ختم کرو عمران۔۔۔ پھر کبھی سن لوں گی۔ مجھے بتاؤ کہ تم اس کتے کے پیچھے کیوں دوڑے تھے۔“

”کاٹنے دوڑا تھا۔ وہ بھی کیا یاد کرتا کہ کبھی کسی سیاسی لیڈر سے سابقہ پڑا تھا مگر افسوس مجھے اس کی خاطر خواہ خدمت کا موقع نہ مل سکا۔“

”کیوں کیا ہوا۔“

”عبداللہ اسکوائر کے قریب کسی نے اس کا خاتمہ کر دیا۔“

”کیسے؟“

”خنجر سے۔ اور وہ خنجر کسی نامعلوم آدمی نے پھینکا تھا۔“

”تم نے کسی کو خنجر پھینکتے نہیں دیکھا تھا۔“

”میں نے تو دیکھ لیا تھا۔ مگر شاید اور کسی کی نظر نہ پڑی ہو۔“

”پھر کیا کیا تم نے؟“

”صبر کیا میں نے اور ہزاروں صلواتیں سنائیں اس گدھے کو جس نے مجھے اپنے لیڈرانہ کمالات دکھانے کا موقع نہیں دیا تھا۔

”کیا تم نے اس کا تعاقب نہیں کیا؟“

”موقع نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہیں کتے کی لاش بھی نہ غائب ہو جائے لیکن میں اس آدمی کو ہزاروں میں پہچان سکتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ میک اپ میں بھی نہیں تھا۔“

"لیکن وہ کتا۔ کیا تمہاری دانست میں وہ بھی انہیں کتوں میں سے تھا۔"

"نہیں تو۔۔ وہ بیچارہ تو لارڈ کچنز کا بھتیجا تھا۔" بڑی معصومیت سے کہا گیا۔

"عمران آدمیوں کی طرح بات کرو۔ ورنہ۔ ۔ ۔"

"ورنہ تم بھی صبر کر لوگی ۔خیر سنو۔۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اسی قسم کا کتا تھا جس قسم کے کتے چار لیڈروں کا بیڑہ پار کر چکے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اتنے پُر اسرار طور پر مار کیوں ڈالا جاتا۔ غالباً اس کتے کی طرف سے کسی کو یہی خدشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ سازش کے مرکز تک میری رہنمائی نہ کر بیٹھے اور وہ رومال میں ڈرننک واٹر۔ ۔"

"ہیلو۔ خاموش کیوں ہو گئے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ میں خاموش کیوں ہو گیا۔ آہا۔ ۔ ۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب وہ رومال تمہیں کیوں نہ پریزنٹ کر دوں۔"

"اچھا ٹھہرو۔ میں دانش منزل میں آ رہی ہوں۔ ۔ ۔ پھر تم سے سمجھوں گی۔"

"مگر میں دانش منزل سے کب بول رہا ہوں۔ میں اس وقت وہاں نہیں ہوں" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

——

●

روشی ایریل نائٹ کلب میں عمران کا انتظار کر رہی تھی۔ ۔ ۔ دس بجے عمران وہاں پہنچا۔ ۔ ۔ اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھا۔

"کیا خبر ہے" عمران نے پوچھا۔

"پہلے تم اپنی سناؤ۔ کیا یہ درست ہے کہ آج شام کو استقلال پارٹی کے کریک لیڈر شمشیر آزاد پر بھی ایک پاگل کتے نے حملہ کیا تھا۔"

"بالکل درست ہے لیکن شمشیر آزاد اسے کاٹ نہ سکا۔"

"کیا مطلب۔"

"کاٹنے کا مطلب کاٹنا ہی ہوتا ہے روشی ڈیئر۔ ۔ ۔ اور اگر زیادہ گہرائی میں جاؤ تو بلبلانا بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرے پاس بھی ایک بہت ہی اہم خبر ہے۔"

"خبروں کا تبادلہ!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سوالیہ انداز میں بولا۔

"یقیناً۔"

"آہ۔۔ اچھا۔" عمران ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بس شروع کر دو۔ میں صرف پندرہ منٹ دے سکتی ہوں" روشی کلائی

کی گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔

"پندرہ منٹ بہت ہوتے ہیں روشی۔ جہاں تک کاٹنے اور بلبلانے کا تعلق ہے یہ ایک سیکنڈ میں بھی ہو سکتا ہے۔"

"اچھا تو پھر تمہیں بلبلانا ہی پڑے گا۔" روشی دانت پیس کر بولی۔

عمران کچھ دیر تک اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکراتا رہا پھر کتے کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ . . روشی خاموشی سے سنتی رہی۔

"تو کیا — وہ رومال۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"یقیناً۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ میں پہلے ہی سے ایسی کسی چیز کے امکانات پر غور کر رہا تھا ورنہ کتے بھی سلام کر کے مزاج شریف پوچھ سکتے ہیں۔ صرف لیڈروں کو پہچان پہچان کر کاٹنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی کتے کا پلا تمہیں ممی ڈارلنگ کہہ کر لپٹ جائے۔"

"شٹ اپ"

"ہام — خیر — ہاں تو۔ . . وہ کتا دراصل رومال ہی پر آیا تھا۔ اگر رومال میرے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ اور اس کے جھپٹتے ہی گر نہ گیا ہوتا تو کاٹنے کا مطلب بلبلانا ہی ہوتا روشی ڈیئر اور پھر شاید بھونکنا بھی . . ."

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ کتا اس رومال کو پہچانتا تھا۔"

"نہ صرف پہچانتا تھا بلکہ شاید اسی کے لئے پاگل بھی ہو سکتا تھا۔ فرض کرو اگر میری جیب میں ہوتا تو وہ اسے ہر حالت میں نکال لے گیا ہوتا۔ کاٹتا بھنبھوڑتا کپڑے پھاڑتا۔ اور پھر اس بیچارے عمران میں کسی کتے کے پلے کا باپ بننے کی صلاحیت بھی نہ رہ جاتی۔

"مگر رومال . . ." روشی کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"یہ ناممکن نہیں ہے کتے کسی خاص قسم کی بو پر لگائے جا سکتے ہیں۔ شکاری کتوں کے سلسلے میں یہ ایک بہت ہی عام بات ہے میرا خیال ہے کہ مجھ پر جھپٹنے والا کتا کچھ بلڈ ہاؤنڈ قسم کا تھا۔"

"کیا وہ رومال تمہارے پاس ہے۔"

"او — روشی . . . میری اور آئندہ نسلوں کی دشمن! کیا تم مجھے کتوں سے نچوانا چاہتی ہو . . . ارے اس رومال کو ساتھ رکھنا . . . کسی اینگلو برمیز لڑکی کو ساتھ رکھنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تم سے اندازے کی غلطی نہ ہوئی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کتوں کا عمران رہا ہو۔"

"یہ بات کہی ہے تم نے پتے کی . . . جیتو . . . یعنی . . . پہلے اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ پھر جب میرا گھونسہ اس کی ناک پر پڑا تو اپنی حماقت کا احساس ہوتے ہی جھینپ مٹانے کے لئے رومال مارے گیا۔ مگر پھر ایک آدمی نے اسے موت کے گھاٹ کیوں اتار دیا۔ جب کہ اس بیچارے نے مزید پاگل پن کا مظاہرہ بھی نہیں کیا تھا۔"

روشی کچھ نہ بولی . . . اور عمران نے پھر کہا۔ "اس لئے تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ کتوں کا عمران نہیں بلکہ کیپٹن فیاض تھا . . . کیا سمجھیں . . ."

روشی کچھ نہ بولی کچھ دیر تک خاموش رہی پھر عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑتا ہوا بولا۔ "اب میں تمہاری خیر کا منتظر ہوں۔"

"تم جانتے ہی ہو کہ میں آج کل جاسوسی ناول پڑھا کرتی ہوں۔ دن بھر اپنے فلیٹ میں پڑی رہتی ہوں اور رات کو یہاں چلی آتی ہوں۔"

"مگر ابھی تم نے۔"

"کچھ نہیں۔" روشی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں نے سنا تھا کہ تم پر بھی کسی پاگل کتے نے حملہ کیا تھا۔ اس لئے مجھے تشویش تھی۔ مگر خیر تم بچ گئے۔ اس کا افسوس ہے۔"

"کہاں بچ گیا۔ . . معاملات کی نوعیت تو اس وقت تمہاری سمجھ میں آئے گی۔ جب میں تین منٹ بعد یہ چائے دانی تمہارے سر پہ توڑ دوں گا۔"

"اور پھر تم پکڑ کر بند کر دیئے جاؤ گے۔ کیونکہ اس وقت تم مشہور لیڈر شمشیر آزاد کے میک اپ میں نہیں ہو۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تم تہمینہ کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کرو۔"

"اوہ، یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ میں ان دنوں تہمینہ کو بھی بہت قریب دیکھتی رہی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ تم پر لعنت بھی بھیجتی رہی ہوں کہ تمہاری عقل کہاں چرنے گئی ہے۔"

"کیوں؟"

"تہمینہ فراڈ ہے۔ کھلی ہوئی فراڈ۔"

"کیوں"

"وہ نواب شکور سے مل گئی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"یقین نہ آئے تو کیپٹن فیاض سے پوچھ لو۔ کل شام کو اس نے بھی اسے وہاں دیکھا تھا۔"

"کسے کہاں دیکھا تھا۔"

"نواب شکور کو سلطان محل میں دیکھا تھا۔"

"مگر فیاض تو اسے پہچانتا ہی نہیں ہے۔"

"میں تو پہچانتی ہوں۔ میں تو اس آدمی کو جانتی ہوں جس کے لئے مجھے کئی دنوں تک اسی کلب کے ایک کمرے میں قیام کرنا پڑا تھا۔"

"بات جلدی ختم کرو۔" عمران کلائی کی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "میں زیادہ تک نہیں ٹھہر سکوں گا۔"

"تہمینہ اور میں گہری دوست بن گئی ہیں۔ میں اکثر سلطان محل جاتی ہوں۔ اکثر سے مراد دن میں کئی بار بھی — وہ مجھے فون کر کے بلا لیتی ہے اور ہم گھنٹوں گفتگو کیا کرتے ہیں۔ کل اتفاق سے میں اور کیپٹن فیاض ساتھ ہی وہاں پہنچے۔ فیاض نے اپنا کارڈ اندر بھجوایا۔ اور باہر لان ہی پر رک کر مجھ سے گفتگو کرنے لگا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ مگر اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے اندر سے ایک آدمی کو نکلتے دیکھا۔ وہ السٹر پہنے ہوئے تھا۔ جس کے کالر کانوں سے اوپر اٹھے ہوئے تھے اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر تھا۔ چلنے کا انداز بالکل اسی آدمی کا سا تھا۔ جس کا چہرہ میں یہاں اس کلب میں بھی نہیں دیکھ سکی تھی۔ فیاض بھی اسے شبے کی نظر سے دیکھ رہا تھا اچانک اس آدمی نے برآمدے کے زینوں سے اترتے وقت ٹھوکر کھائی اور گرتے گرتے بچا لیکن اس کی فلٹ ہیٹ سر سے گر گئی تھی۔ اس طرح مجھے کنگ جارج ففتھ اسٹائل کی ڈاڑھی نظر آ گئی اس نے جلد ہی نہ صرف فلٹ اٹھا کر سر پہ جمائی بلکہ کالر بھی دوبارہ اٹھا دیا۔ فیاض اسے صرف شبے کی نظر سے دیکھتا رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر ایسے آثار نہیں دیکھے جن سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ اس آدمی کو پہلے سے جانتا تھا۔"

"کیا فیاض نے اس کے متعلق کچھ پوچھا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں کچھ بھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن میرا رویہ دیکھ کر

اسے خاموشی ہی اختیار کرنی پڑی تھی۔ میں نے دراصل اس کی طرف سے بے تعلقی ظاہر کرنی شروع کر دی تھی۔ ہم اندر پہنچے . . . وہ خلافِ معمول بہت اچھے موڈ میں نظر آئی، اس وقت وہ شراب پی رہی تھی اور نہ مغموم تھی۔ فیاض جو دراصل اسی چکر میں گیا تھا جلد ہی اصل معاملے کی طرف آ گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ تہمینہ بات اڑانے کی کوشش کر رہی ہے مگر فیاض نے بحث جاری ہی رکھی۔ آخر تہمینہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی کہ ہو سکتا ہے وہ غلطی پر رہی ہو۔ لیکن محض شبہے کی بنا پر کسی کے پیچھے پڑ جانا بُری بات ہے، ضروری نہیں ہے کہ شبہات حقائق میں ہی تبدیل ہو جائیں۔ لہٰذا اب وہ اپنی زبان بند ہی رکھے گی۔ اس کے ان خیالات پر کیپٹن فیاض نے بےحد خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ خود وہ بھی نواب شکور کو اتنا بُرا آدمی نہیں سمجھتا اور پھر برسبیل تذکرہ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اب تک نواب شکور سے کبھی نہیں ملا۔ صرف اس کے تذکرے سنتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس کے متعلق کوئی بُری رائے نہیں رکھتا۔"

"کیا تم نے فیاض کو بتا دیا تھا کہ وہ نواب شکور ہی تھا" عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے بتایا ہوگا یا نہ بتایا ہوگا۔"

"تم اتنی عقلمند بھی نہیں ہو کہ بتا دینے کی غلطی تم سے سرزد ہوتی ہو"

روشی مسکرائی اور عمران کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولی "اب تہمینہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"وہ ایک خوبصورت لڑکی ہے" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"جہنم میں جاؤ۔" روشی بڑبڑائی۔ پھر جھلا کر کہا "میں اب اس سے نہیں ملوں گی۔ تم خواہ مخواہ میرا وقت بھی برباد کر رہے ہو۔"

"اچھی بات ہے آج سے تم اپنا وقت برباد کرنا چھوڑ دو۔"

"نہیں اب میں تہمینہ کو چھوڑ کر نواب شکور کی طرف توجہ دوں گی۔ اس نے تمہیں چیلنج کیا ہے کہ تم اس کے خلاف ثبوت فراہم کرو۔"

"لیکن تم اس کی طرف توجہ دے کر اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں فراہم کر سکو گی۔"

"کیوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لئے بھی تہمینہ ہی مناسب رہے گی۔ اگر تہمینہ کے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہوتا تو وہ تہمینہ کو ٹالنے کی کوشش کیوں کرتا۔ ظاہر ہے کہ یہی تہمینہ پرسوں تک اس کے خلاف زہر اگلتی پھر رہی تھی۔ لیکن کل تم نے اسے تہمینہ کی کوٹھی میں دیکھا اور اس کے بعد تہمینہ کا رویہ بدل گیا۔ یعنی اب وہ سوچنے لگی ہے کہ ممکن ہے وہ غلطی پر رہی ہو۔"

"قرین قیاس ہے" روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی اور پھر یک بیک اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے کہا "اوہ ٹھیک یاد آیا۔ کل اس نے کیپٹن فیاض کو یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اور نواب شکور آکسفورڈ میں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ کیا پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ نواب شکور اسے چاہتا بھی ہو۔"

"ممکن ہے۔"

"اگر اس نے شہاب کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے یہ حرکت کی ہو تو اس پر حیرت بھی نہیں کی جا سکتی۔"

"زیادہ نہ سوچو اگر اسے شہاب ہی کو راستے سے ہٹانا تھا تو اتنا ہنگامہ

برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس ایک پاگل کتا چپ چاپ اسے کاٹ لیتا اور معاملہ جہاں کا تہاں رہ جاتا کیوں کہ کتے پاگل بھی ہو جاتے ہیں اور کاٹ بھی لیتے ہیں۔ کوئی نواب مشکور کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکتا۔ لیکن یہ پاگل کتے جو صرف ایک مخصوص سیاسی پارٹی کے لیڈروں کو کاٹتے ہیں۔۔۔ ہونہہ۔"

"کوئی اور ہی چکر ہے۔"

"کیا؟"

"ہو گا کچھ۔ ختم کرو۔ ہاں آج تم بالکل واہیات لگ رہی ہو۔"

"بس اب اٹھ جاؤ۔" روشی برا سا منہ بنا کر بولی۔

"میں بھی چاہتا ہوں کہ تم خود ہی مجھے اٹھ جانے کا مشورہ دیا کرو۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

......

●

اسی رات کو عمران نے بلیک زیرو کو فون کیا۔

"یس سر" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کوئی رپورٹ۔"

"بہت اہم جناب پانچ بجے شام سے اس وقت تک شہر کے مختلف حصوں میں کئی آدمی پاگل کتوں کے شکار ہو چکے ہیں۔"

"آدمی۔ یا لیڈر۔"

"نہیں جناب۔ آدمی" بلیک زیرو نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"یعنی ان لوگوں کا استقلال پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے"

"جی نہیں۔ میں تصدیق کر چکا ہوں۔"

"اس سلسلے میں اور کوئی خاص بات؟"

"صرف ایک آدمی ایک خاص بات بتا سکا ہے۔"

"کیا"

"لیکن جناب میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ خاص ہی بات ہو گی۔"

"اوہ۔ بکو بھی جلدی۔"

"اس نے بتایا کہ وہ ایک زرد رنگ کا رومال زمین سے اٹھا رہا تھا کہ

ایک کتے نے اس کے ہاتھ پر جھپٹا مارا... ہاتھ زخمی ہو گیا اور کتا رومال منہ میں دبا کر بھاگ گیا۔"

"اور دو مردوں نے کیا بتایا؟"

"دو مردوں تک میں دیر سے پہنچا ان پر کتوں کا زہر اثر کر چکا تھا لہٰذا ان سے کوئی بات معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔"

"وہ پاگل ہو چکے تھے۔"

"جی ہاں" بلیک زیرو نے کہا۔ "رومال کی کہانی کافی شہرت پا رہی ہے آپ پر بھی تو کوئی کتا جھپٹا تھا۔ آج شام کو اس کے سلسلے میں بھی رومال کی کہانی سنی گئی ہے۔ آپ اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پائے گئے تھے۔ لیکن کسی نے کتے کو ہلاک کر دیا اور کتے کے منہ میں ایک رومال دبا ہوا تھا۔"

"آہا۔ تو کل کے اخبارات... کافی دلچسپ ہوں گے۔"

"لوگ علانیہ نواب شکور کو گالیاں دیتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ — تب تو... دیکھو بلیک زیرو... اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں بالکل محتاط ہوں جناب"

"اور اب کل سے تمہیں شمشیر آزاد نہیں نظر آئے گا۔"

"کیوں؟"

"اب ضرورت ہی کیا ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ پاگل کتے صرف سیاسی لیڈروں پر ہی کیوں جھپٹتے ہیں۔"

"رومال"

"ہاں... رومال اگر تمہیں سڑک پر کوئی خوشرنگ اور صاف ستھرا

رومال پڑا ہوا دکھائی دے تو تم اسے ضرور اٹھاؤ گے۔ میری جیب سے جو رومال برآمد ہوا تھا بہت خوشرنگ اور خوبصورت تھا۔ معطر، ریشمی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے استعمال ہی نہ کیا گیا ہو۔ وہ کتے زہریلے ہیں۔ اور کسی خاص قسم کی خوشبو اُن کو وقتی طور پر پاگل کر دیتی ہے۔ وہ اس مخصوص خوشبو والے رومال کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں پر حملہ بھی کر دیتے ہیں۔ ورنہ اگر وہ حقیقتاً پاگل ہوتے تو جو بھی سامنے پڑ جاتا ان کے پاگل پن سے محفوظ نہ رہتا لیکن میں نے دیکھا تھا کہ ایک کتا مجھ پر پاگلوں کی طرح حملے کرنے کے بعد رومال منہ میں دبا کر معمولی کتوں کی طرح بھاگتا چلا گیا تھا۔"

"جی ہاں۔ قطعی... اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"اچھا۔ بس" عمران نے کہا۔ "ہو سکتا ہے میں پھر تمہیں رنگ کروں لہٰذا جہاں ہو وہیں رہنا۔"

عمران — سلسلہ منقطع کر کے نشست کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اپنے فلیٹ میں واپس آگیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد کیپٹن فیاض دھڑ دھڑاتا ہوا کمرے میں گھس آیا اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

"میں اس لئے آیا ہوں کہ تم بھی اس معاملے میں دلچسپی لے رہے ہو۔ ہو سکتا ہے سر سلطان نے تمہیں اس پر مجبور کیا ہو۔"

"قطعی یہی ہو سکتا ہے۔ سوپر فیاض۔ پھر"

"میں نے آج ہی شام کو نواب شکور سے ملنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ اپنی کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔"

"پہلے بھی کبھی مل چکے ہو؟"

"نہیں"

"پھر کیسے کام چلے گا۔ سوپر فیاض۔ تم اتنے دنوں سے تہمینہ کے لئے جھک مار رہے ہو لیکن نواب شکور سے نہ مل سکے۔"

"مجھے یقین تھا کہ تہمینہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ نواب شکور تو بہت شریف آدمی ہے۔"

"اب کیا خیال ہے۔"

"کیا بتاؤں سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ اس کے متعلق کیا نظریہ قائم کروں اور اب تو ان کتوں نے عام آدمیوں پر بھی حملے شروع کر دیئے تھے۔"

"بس تو پھر مزہ کرو صاف ظاہر ہے کہ پہلے جو چار لیڈر رہی ان کی زد میں آتے تھے۔ وہ محض اتفاق تھا۔ ورنہ عام آدمیوں پر دانت صاف کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"مگر رومالوں کی کہانی۔"

"ہاں۔ آں۔ میں نے بھی سنا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن یہ افواہ بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو — لیکن کیا تمہیں شہر کی حالت کا علم ہے...؟"

"نہیں — میں صبح ہی سے مقید ہوں۔ آج کل باہر نکلنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی۔"

"اچھا ٹھہرو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔" فیاض نے آگے بڑھ کر ریڈیو کھول دیا۔

کوئی ریکارڈ بج رہا تھا — جیسے ہی وہ ختم ہوا... آواز آئی۔

"اب آپ ایک اہم سرکاری اعلان سنیئے۔"

پھر کچھ دیر بعد آواز آئی۔ "ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حکومت استقلال پارٹی کے پاگل کتوں والے اسٹنٹ کو تشویش کی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ یہ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے ایک اوچھی حرکت ہے۔ استقلال پارٹی کو ایک غیر قانونی جماعت بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن حکومت اس قسم کا کوئی غیر جمہوری قدم اٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ نظم و ضبط برقرار رکھیں۔ حکومت ان واقعات کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر چکی ہے جس میں عوام کے نمائندے بھی شامل ہیں۔ آپ افواہوں پر کان نہ دیجئے۔ کسی پُرامن شہری کو اس سلسلے میں مطعون نہ کیجئے۔ ایک بار پھر آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی فرد کسی کے خلاف واضح ثبوت بہم پہنچائے بغیر اسے کسی قسم کا الزام دے گا تو اس کے خلاف سخت ترین قانونی کارروائی کی جائے گی۔"

"کیپٹن فیاض نے ریڈیو بند کر کے کہا۔ "ہر اٹھارہ منٹ کے بعد یہ اعلان دہرایا جا رہا ہے۔ تم اسی سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ شہر کی کیا حالت ہو گی۔"

"ہاں —" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تو کیا . . . نواب شکور خطرے میں ہے۔"

"یقیناً مجھے خوف ہے کہ کہیں لوگ اس کی کوٹھی پر چڑھائی نہ کر دیں۔"

"لیکن اس کی حفاظت کے لئے کیا انتظام کیا گیا ہے۔"

"کوٹھی کے گرد سخت قسم کا پہرہ ہے۔"

"ٹھیک ہے اور اب تہمینہ نے بھی نواب شکور سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔"

عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"پتہ نہیں کیا چکر ہے" فیاض اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"کل تم دونوں میں کیا باتیں ہوئی تھیں"

"روشی بھی تو موجود تھی۔ اس نے نہیں بتایا"

"بتایا تو تھا۔ مگر وہ نشے میں تھی اس لئے میں کم از کم اپنے کانوں پر اعتبار نہیں کر سکتا"

"کیا بتایا تھا"

"یہی کہ نواب شکور بھی وہاں موجود تھا۔ جب ہم دونوں پہنچے تھے۔۔۔"

"تب تو وہ یقیناً رہی ہو گی۔ فیاض کے ہونٹوں پر ایک پریشان سی مسکراہٹ نظر آئی"

"مگر سوپر فیاض۔ کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا جس نے پورچ کی سیڑھیوں پر ٹھوکر کھائی تھی"

"کیوں ہے۔ ہاں دیکھا تھا" فیاض بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اس کی کنگ جارج ففتھ اسٹائل کی ڈاڑھی بھی دیکھی تھی"

"ہاں۔ ہاں، کچھ بکو بھی" فیاض جھنجھلا گیا۔

"تو پھر نواب شکور کس جانور کو کہتے ہیں"

"نہیں" فیاض بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو، بیٹھو۔۔۔ سلیمان" عمران نے کہا "کپتان صاحب کے لئے چائے لاؤ"

"چائے کے نیچے میں تمہیں مار ڈالوں گا" فیاض دانت پیس کر اسے گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔

"ایسے نہیں مروں گا، سوپر فیاض۔ پہلے بیٹھ جاؤ۔ اپنے حواس درست کرو۔ آنکھیں ذرا نشیلی بناؤ۔۔۔ پھر میری طرف اس طرح مسکرا کر دیکھو کہ میں اٹھ کر پانی پینے بھی نہ جاؤ"

"عمران خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ"

"میں تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ سوپر فیاض"

"مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں"

"جو کچھ میں بتاؤں گا تم کبھی نہیں کرو گے"

"تم اگر کہو کہ میں سڑک پر کھڑا ہو کر گدھوں کی طرح چیخوں تو یہ کیسے کر سکوں گا"

"نہیں۔ تم ان چاروں لیڈروں کو حراست میں لے لو"

"ان پاگلوں کو"

"ہاں ان پاگلوں کو"

"یار عمران۔۔۔ کیوں ہے"

"میں قطعی سنجیدہ ہوں، سوپر فیاض۔ ان چاروں کو حراست میں تو لے لو"

"یہ ایک مشکل کام ہے۔ حکومت پہلے ہی اعلان کر رہی ہے کہ وہ کوئی غیر جمہوری طریقہ نہیں اختیار کرے گی"

"حالات کا صحیح ادراک نہ تمہیں ہے نہ حکومت کو"

"لیکن تم یہاں اس سڑے سے فلیٹ میں بیٹھ کر شیخیاں بگھار رہے ہو" فیاض جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"تم شوخیاں بگھارو کپتان فیاض۔ اگر میں یہیں شہید نہ ہو جاؤں تو مجھے باقاعدہ گولی مار دینا۔ ویسے اگر تم ان پاگلوں کو حراست میں نہیں لے سکتے تو اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔۔۔ ورنہ میں تم پر فلٹ کی پچکاری مارنا شروع کر دوں گا۔"

"لیکن تم یہ مشورہ کیوں دے رہے ہو"

"کیونکہ انہیں یا تو پولیس کی حراست میں ہونا چاہئے، یا پاگل خانے میں۔"

"میں وجہ معلوم کئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔"

"وجہ معلوم کر لو تب بھی تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ جب تم نواب شکور کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تو۔۔۔"

"پھر وہی نواب شکور۔"

"ہاں۔۔ حقیقتاً نواب شکور ہی ان مصیبتوں کی جڑ ہے۔"

"یعنی۔۔۔ اب تہمینہ۔"

"ہاں۔ اب تہمینہ تم سے شادی کر لے گی۔" عمران چڑ کر بولا۔ "آخر تمہارے سر پر تہمینہ اس بری طرح کیوں سوار ہے۔"

"تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اگر سمجھ میں آنے لگیں تو تم بھی اسی مڑے ہوئے فلیٹ میں رہنا شروع کر دو۔ لہٰذا سمجھ میں نہ آئیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

"فیاض کچھ نہ بولا سلیمان چائے کی ٹرے میز پر رکھ رہا تھا۔ اس نے اشارے سے عمران کو بتایا کہ پرائیویٹ فون پر کسی کی کال ہے۔"

"میں ایک منٹ میں آیا، فیاض۔ ذرا باتھ روم تک جاؤں گا۔" عمران

اٹھتا ہوا بولا۔

پھر وہ اس کمرے میں آیا جہاں پرائیویٹ فون تھا۔

"ہیلو۔۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"صفدر اسپیکنگ سر۔"

"اوہ۔ کیا خبر ہے۔"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں بغاوت نہ ہو جائے۔ پاگل کتوں نے شہر میں بڑی ابتری پھیلا دی ہے۔ اس وقت تک پچھتر وارداتوں کی رپورٹیں مل چکی ہیں اور رومالوں کی کہانی ہر ایک کی زبان پر ہے۔"

"تو بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

"جی ہاں جناب! اکثر جگہوں پر تنویر چوہان اور نعمانی نے لوگوں کو مشورے کرتے ہوئے سنا ہے۔ اسکیم یہی ہے کہ نواب شکور کے محل کے گرد حصار ڈالنے والے فوجیوں سے بھی نپٹ لیا جائے اور پھر محل میں چاروں طرف سے آگ لگا دی جائے۔"

"اوہ۔۔ تمہیں یقین ہے کہ ایسا ہو جائے گا۔"

"حالات یہی کہہ رہے ہیں جناب۔"

"مجھے بڑا افسوس ہوگا اگر نواب شکور جل کر مر گیا۔ اسے وہاں سے زندہ نکال لاؤ۔ ہر قیمت پر، خواہ کچھ ہو۔"

"چاروں طرف فوج کا پہرہ ہے جناب۔"

"اس کے باوجود بھی تم اندر پہنچ سکو گے۔ تدبیر میں پہلے ہی سوچ چکا ہوں کمانڈر انچیف کا جھنڈا استعمال کرو۔ مسلح کار تمہیں ہیڈ کوارٹر سے مل جائیگی۔ اس پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا ہوگا۔۔ ہاں وہ کار تم کہاں چاہتے ہو۔"

"وہ . . . کیوں نہ وہیں جہاں ہم ہیں۔"

"ٹھیک ہے خاور سے کہو کہ وہ اپنے چہرے میں صرف گھنی اور اوپر کو چڑھی ہوئی مونچھوں کا اضافہ کر لے۔ اس طرح وہ دور سے کمانڈر انچیف ہی معلوم ہوگا۔

"اوہ — جی ہاں . . . قطعی۔ میں تصور میں اسے کمانڈر انچیف ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

"بس تیار ہو جاؤ آرمڈ کار پہنچ جائے گی تم اسے نہایت اطمینان سے محل کے اندر لیتے جاؤ گے کوئی بھی حارج نہ ہوگا۔ لیکن دیکھو کار پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا ضرور موجود رہے اور نواب شکور کو باہر لانے کے لئے جو تدبیر مناسب ہو اختیار کرنا۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔"

"اس اعتماد کے لئے میں شکر گذار ہوں جناب"

"بس" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور دوبارہ کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

"ہیلو — کرنل شمشاد — ایکس ٹو پلیز . . ." اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ایک آرمڈ کار چاہیئے۔ جس پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا موجود ہو۔ یہ کار جیل روڈ کے کراسنگ پر پہنچنی چاہیئے۔ جی ہاں شکریہ۔ پچیس منٹ کے اندر اندر . . . بہت بہت شکریہ۔"

عمران سلسلہ منقطع کر کے پھر اس کمرے میں آ گیا جہاں کیپٹن فیاض اس کا منتظر تھا۔

اس نے چائے شروع کر دی تھی اور کچھ اس انداز میں پی رہا تھا جیسے چائے دانی میں چائے کی بجائے عمران کا خون رہا ہو اور سلیمان قریب ہی

کھڑا ہوا اسے بتا رہا تھا کہ یہاں اس فلیٹ میں رات کو مچھروں کی فوج کس طرح یلغار کرتی ہے۔

عمران نے بھی بیٹھ کر چائے انڈیلی۔ سلیمان اسے دیکھتے ہی کھسک گیا۔ شاید وہ اسی لئے یہاں موجود تھا کہ فیاض کو باتوں میں لگائے رہے۔

"اچھا فیاض" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا "میں اب یہ کھیل ختم کرنے جا رہا ہوں — کیا تم اس کا ڈراپ سین دیکھنا پسند کرو گے۔

"تم کون ہوتے ہو کھیل ختم یا شروع کرنے والے . . . یہ معاملہ . . ."

ٹھہرو۔ تمہیں اس پر افسوس نہ ہونا چاہیئے کہ سرکاری نمک خوروں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ افسوس کر کے کرو گے بھی کیا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم لوگ اپنی حدود سے قدم نہیں نکالتے۔"

"تم ہمیشہ سرکاری افسروں کے معاملات میں دخل انداز ہوتے رہتے ہو۔ یقین جانو کہ کسی دن تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا۔"

"اچھا کیپٹن فیاض اب میں کھیل ختم نہیں کروں گا۔"

"تم جہنم میں جاؤ" فیاض اٹھ گیا۔

عمران نے اس بار اسے بیٹھنے کو نہیں کہا۔ لیکن یہ ضرور کہا کہ وہ اس وقت حقیقتاً اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

"شکریہ" فیاض برا سا منہ بنا کر بولا "مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ عمران کو اس کے اس رویئے پر حیرت تھی وہ حقیقتاً اس وقت اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا اور شاید اس کے قول کے مطابق کھیل بھی آج ہی ختم ہو جاتا۔ اس وقت تک کیس کی بابت

سے باریک رگ بھی عمران کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ اس نے عمران کی حیثیت سے بھی بہت کچھ دیکھا سنا تھا اور سیاسی لیڈر شمشیر آزاد کی حیثیت سے بھی۔ بس بکھری ہوئی کڑیوں کو یکجا کرنا باقی رہ گیا تھا۔ وہ اس وقت ہو گیا۔ یہ رات اور اس میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات بہت اہم تھے۔

وہ چائے ختم کر کے پھر اسی کمرے میں چلا گیا۔ جہاں پرائیوٹ فون تھا۔

◆

کیپٹن فیاض بھی نرا گھامڑ ہی نہیں تھا اسے یقین تھا کہ عمران کو جو کچھ بھی کرنا ہے آج ہی کر گذرے گا۔ پھر عمران سے گفتگو کرنے کے بعد اس کے اس خیال کی تائید بھی ہو گئی تھی۔ مگر وہ بھی یہ جانتا تھا کہ عمران خود اس کی دال ہرگز نہ گلنے دے گا بلکہ اسے انگلیوں پر نچاتا ہوا اپنا الو سیدھا کر کے راستہ لے گا۔ پہلے بھی کئی بار وہ ایسی ہی حرکتیں کر چکا تھا۔

لہٰذا آج کیپٹن فیاض نے اپنا الو سیدھا کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ عمران کے فلیٹ سے نکل کر اس کار میں آ بیٹھا، جو فلیٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑی تھی۔ فلیٹ کی پشت والی گلی میں اس کا ایک ماتحت انسپکٹر زاہد موجود تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی کار میں بیٹھا رہا اور کار وہیں کھڑی رہی۔

پھر یک بیک کار میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر سے آواز آنے لگی ”میں اس کا تعاقب کر رہا تھا جناب وہ موٹر سائیکل پر ہے اور اس وقت ہم دونوں حامد روڈ سے گذر رہے ہیں“

فیاض نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ ٹرانسمیٹر سے برابر آواز آ رہی تھی ”ہم حامد روڈ ہی پر جا رہے ہیں۔ آپ منٹو روڈ کے چوراہے سے زیدی اسٹریٹ میں مڑ جاتے“

فیاض اس وقت منور روڈ کے چوراہے سے قریب ہی تھا۔ اس نے اپنی کار زیدی اسٹریٹ میں موڑ دی۔ ٹرانسیٹر سے آواز آرہی تھی ہم سیدھے جا رہے ہیں۔ اوہ . . . دیکھئے وہ کلیٹن اسٹریٹ میں مڑ گیا . . . جلدی کیجئے جناب . . . "

"میں زیدی اسٹریٹ سے حامد روڈ پر نکل آیا ہوں۔ تم فکر نہ کرو" فیاض نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔ ابھی ہم کلیٹن اسٹریٹ ہی میں ہیں۔ ارے . . . وہ ایک پتلی سی گلی میں مڑ گیا۔ اب بتائیے، میں آپ کو کیسے راستہ بتاؤں۔ میں بھی اسی گلی میں مڑ رہا ہوں یہاں کئی گلیاں ہیں۔ پتہ نہیں ہم دونوں کس گلی میں مڑے ہیں"

"تم گدھے ہو" فیاض جھلا کر چیخا "وہ تمہیں الو بنا رہا ہے۔ تمہیں تعاقب کرنے کا بھی سلیقہ نہیں ہے۔ وہ محض یہ معلوم کرنے کے لئے گلیوں میں مڑ رہا ہے کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا"

"ج — جی ہاں" دوسری طرف سے مردہ سی آواز میں کہا گیا۔ پھر یک بیک کہا گیا "ہم پھر سڑک پر آگئے۔ یہ گریشم روڈ ہے۔ اوہ موٹر سائیکل ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی ہے۔ ارے۔ یہ تو شہاب فکری کی کوٹھی ہے"

"اچھا — اچھا اب تم باہر ہی ٹھہرنا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ عمران ہی تھا"

"جی ہاں۔ مم۔ مگر میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ اوور کوٹ اور فلٹ ہیٹ میں تھا۔ فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکی ہوئی تھی اور کوٹ کے کالر

اٹھے ہوئے تھے۔ وہ عمران ہی کے فلیٹ سے برآمد ہوا تھا جناب"

"خیر میں دیکھوں گا۔ تم وہیں ٹھہرو"

فیاض نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ مگر وہ اب بھی اپنے ماتحت پر دانت پیس رہا تھا۔ جلد ہی وہ گریشم روڈ پر پہنچ گیا۔ اسے دوسری کار شہاب فکری کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر نظر آئی۔ فیاض اپنی کار بھی ادھر ہی لیتا چلا گیا۔

"وہ اندر ہی ہے جناب" انسپکٹر زاہد اس کی کار کے قریب آکر بولا۔

فیاض کار سے اتر آیا تھا۔

"یہ شہاب فکری کی کوٹھی ہے۔ مگر یہاں کون ہوگا۔ میں نے تو سنا تھا کہ اس کے اعزہ اسے کہیں اور لے گئے ہیں"

"نہیں جناب وہ چاروں پاگل شہر ہی میں ہیں۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں"

"کبھی نہیں بتایا تم جھوٹے ہو" فیاض کو غصہ آگیا "میں نے تو ان لوگوں کو چیک کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ یہاں کتنے آدمی رہتے ہیں"

"صرف شہاب اور اس کا بھائی۔ دو ملازم ہیں۔ شہاب کا بھائی اس کی دیکھ بھال کے لئے آیا ہے۔ ورنہ پہلے صرف شہاب تنہا رہتا تھا"

"آؤ" فیاض کوٹھی کی طرف بڑھتا ہوا بڑبڑایا۔ "پتہ نہیں وہ یہاں کیا کرنے آیا ہے"

کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا۔ اور اس طرف کی ساری کھڑکیاں بھی تاریک

پڑی تھیں۔ وہ بائیں بازو کی طرف نکل آئے۔ یہاں بھی اندھیرا تھا۔ مگر ایک عقبی کھڑکی میں انہیں روشنی نظر آ ہی گئی۔ وہ دونوں تیزی سے اس کی طرف بڑھے مگر وہ بے آواز چل رہے تھے۔

یہ ایک بڑے کمرے کی کھڑکی تھی۔ کمرے میں انہیں دو آدمی نظر آئے۔ ان میں سے ایک آدمی اپنے سامنے بوتل اور سوڈے کا سائفن رکھے شراب پی رہا تھا اور دوسرا آدمی خاموش بیٹھا تھا۔ دوسرے آدمی کو پہچاننے میں انہیں دشواری نہیں ہوئی۔ یہ شمشیر آزاد تھا۔ کیپٹن فیاض اسے استقلال پارٹی کے کئی جلسوں میں دیکھ چکا تھا۔

"دوسرا کون ہے" فیاض نے آہستہ سے پوچھا۔

"شہاب کا بھائی"

"تم بکواس کر رہے ہو میرے خدا یہ تو وہی ہے"

"کون"

فیاض کچھ نہ بولا۔

دفعتاً اندر سے شمشیر آزاد نے کہا "اچھا اب میں چلوں گا صرف شہاب صاحب کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا"

"یہ بہت بُری بات ہے مسٹر آزاد کہ آپ پیتے نہیں ہیں کچھ دیر تو اور بیٹھیے۔ صاحب اوپر آرام کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید اب وہ کبھی صحیح الدماغ نہ ہو سکیں۔ ویسے ان کے معالج تو بہت اطمینان دلا رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اچھے ہی ہو جائیں۔ کیا میں اوپر جا کر انہیں دیکھ سکتا ہوں"

"نہیں انہیں نہ جگائیے مسٹر آزاد۔ ۔ ۔"

"اور اگر وہ قتل کر دیئے گئے ہوں تو۔ ۔ ۔"

"کیا مطلب" وہ چونک پڑا۔ اور ٹھیک اسی وقت ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بائیں جانب والے دروازے سے آیا تھا۔ فیاض اس پر نظر پڑتے ہی بُری طرح چونکا آنے والے کی آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک تھی مگر فیاض تو صرف اس لئے چونکا تھا کہ اس کی ڈاڑھی کنگ جارج ففتھ کی سی تھی۔

"آپ کی تعریف" شمشیر آزاد نے پوچھا۔

"میری تعریف" آنے والا ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا مسکرایا "میرا خیال ہے کہ آپ ایک بار مجھ سے مل چکے ہیں۔ مسٹر عمران"

"ارے باپ رے" آزاد بلبلانے کے سے انداز میں بولا۔ اور فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ اس بار عمران نے اپنے مخصوص احمقانہ لہجے میں یہ جملہ ادا کیا تھا۔

"خبردار چپ چاپ کھڑے رہنا" فیاض نے آہستہ سے کہا "آج میں اس کی حجامت بنتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ویسے اب یہ دونوں بچ کر کہاں جائیں گے۔ کیا تم ڈاڑھی والے کو پہچانتے ہو"

"نہیں" انسپکٹر زاہدی نے جواب دیا۔

"یہ نواب مشکور ہے اور دوسرا ہی غیر ملکی جاسوس ہو سکتا ہے۔ جس کا فائیل عرصے تک میرے پاس رہا ہے۔ میں نے صدہا بار اس کی تصویر دیکھی ہے مگر پہلی نظر میں نہیں پہچان سکا تھا"

اندر ڈاڑھی والا عمران سے کہہ رہا تھا "کیا تم میرے خلاف کوئی

کارروائی کرنے کے لئے یہاں سے نکل سکو گے۔"

"ہرگز نہیں اب تو میرا یہاں سے جنازہ ہی جائے گا۔"

"جنازے کی جھنجھٹ میں کون پڑے گا۔" ڈاڑھی والے نے خشک لہجے میں کہا۔ "ابھی تک میں صرف کتوں ہی پر تجربات نہیں کرتا رہا۔ میں تمہیں ربڑ جوڑنے کے سلیوشن میں بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔"

"اور اگر اس سلیوشن میں شکر بھی ملا دی گئی تو وہ عمران کی جیلی کہلائے گی۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"خیر ہاں۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے میرے خلاف کتنے ثبوت فراہم کر لئے۔" ڈاڑھی والے نے کہا۔

"ابھی تو ایک بھی نہیں۔ تم بہت چالاک ہو مشکل ہی سے ہاتھ آؤ گے مگر آج یہ معلوم ہو گیا کہ شاید تمہیں بھی کسی پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے۔ آخر تم نے اپنے محل سے اس وقت نکلنے کی ہمت کیسے کی جب کہ لوگ بھوکے کتوں کی طرح تمہاری تلاش میں ہیں۔"

"میں انہیں کتا ہی سمجھتا ہوں اور کتوں کو اپنا غلام بنانا میری ہابی ہے۔ ۔ ۔ ۔ میں جانتا ہوں کہ بھونکنے ہی والے کتے دُم بھی ہلاتے ہیں۔ ۔ آج وہ اگر مجھ پر بھونک رہے ہیں تو کل میرے پیچھے دم بھی ہلائیں گے۔"

"بالکل صاف بات ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔"

"میں اصل السوس ہوں۔ ۔ کھانسی بخار کے لئے بے حد مفید۔ ۔ ۔ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"ارے قصہ بھی ختم کرو۔" دوسرے آدمی نے میز پر ہاتھ مار کر کہا وہ اب بھی شراب پی رہا تھا۔

"ختم ہی سمجھو" ڈاڑھی والا بولا۔

"ذرا ایک منٹ" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم لوگ مجھے مار ڈالو گے۔"

"نہیں میں تمہیں ایک غزل سنا کر رخصت کر دوں گا۔ تاکہ تم باہر جا کر میرے لئے پھانسی کا پھندا تیار کرو۔"

"مرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ میری ایک خواہش پوری ہو جائے۔"

"چلو منظور ہے۔" ڈاڑھی والا مسکرایا۔

لیکن ابھی عمران نے اپنی خواہش ظاہر کرنے کے لئے احمقانہ انداز میں پلکیں ہی جھپکائی تھیں کہ ایک آدمی بے تحاشہ اندر داخل ہوا۔ ۔ ۔ اور عمران کے حلق سے ایک ڈری ڈری سی چیخ نکلی۔ ۔ ۔ "بھبھ۔ ۔ ۔ بھوت۔ ۔ ۔"

اور کیپٹن فیاض کی حالت تو بیان سے باہر تھی۔ کیونکہ اب اسے ایک ہی شکل کے دو آدمی نظر آ رہے تھے۔ دو ڈاڑھیاں۔ ۔ ۔ جو گنگ نفقہ کی ڈاڑھی سے مشابہ تھیں۔ فرق صرف اتنا سا تھا کہ دونوں کے لباس مختلف تھے اور ایک کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ بعد میں آنے والا عینک میں نہیں تھا۔

اچانک عینک والے نے ریوالور نکال لیا۔

"خبردار" فیاض باہر سے دھاڑا۔ "تم میرے ریوالور کی زد پر ہو اپنا ریوالور زمین پر ڈال دو۔"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں کوئی ٹھنڈی سی چیز کیپٹن فیاض کی گردن سے آ لگی اور کسی نے آہستہ سے کہا۔ "کپتان صاحب آپ خود اپنا ہی ریوالور

جیب میں رکھ لیجیے۔ جہاں آپ کی ضرورت نہ ہو وہاں آپ کی موجودگی یقیناً گراں گذرے گی۔"

یہی حال انسپکٹر زاہدی کا ہوا . . . دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور چھین لئے گئے۔

"یہ سیکرٹ سروس کا کیس ہے۔ کیپٹن فیاض۔ ویسے اگر تم صرف تماشا دیکھنا چاہو تو چپ چاپ کھڑے رہو۔ ہم نے آج کی رات عمران دی گریٹ کو کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

فیاض ان دونوں کی طرف مڑا۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی ان پر پڑ رہی تھی۔ وہ دونوں فوجی لباس میں تھے لیکن ان کے چہرے سیاہ نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

●

عینک والا ریوالور کا رخ عمران کی طرف کئے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اچانک ایک باوردی نقاب پوش دروازے میں نظر آیا۔ اور اس نے اس زور کی لات عینک والے کی کمر پر رسید کی کہ وہ اچھل کر اس آدمی پر جا پڑا جو کچھ دیر پہلے یہاں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہوگئے۔

دوسرا ڈاڑھی والا دیوار سے ٹکا کھڑا انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ دونوں اٹھ کر عمران پر ٹوٹ پڑے۔ عمران کے ہاتھ میں واکنگ اسٹک تھی۔ اس کی پہلی ضرب شرابی کے سر پر پڑی۔ اور وہ کسی تناور درخت کی طرح وہیں ڈھیر ہوگیا۔

ڈاڑھی والا رک گیا تھا۔ اب اس کی آنکھوں پر عینک بھی نہیں تھی۔

"لمبا پلاٹ بنانے والے اسی طرح گڑھے میں گرتے ہیں۔ مسٹر شہاب فکری" عمران نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "نواب فتحو اب بھی محفوظ ہیں۔ لیکن استقلال پارٹی کا بیڑہ ہمیشہ کے لئے غرق ہوگیا۔"

اتنے میں چار نقاب پوش کیپٹن فیاض اور انسپکٹر زاہدی کو اندر لائے۔

"ہیلو — سوپر! فیاض" عمران چہک کر بولا۔ "میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آج رات کو میں کھیل ختم کر دوں گا۔ میں چاہتا تھا کہ ڈراپ سین تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ لہٰذا تم یہاں موجود ہو۔"

"مگر تم نے جو کچھ بھی کیا ہے ان شریف آدمیوں کے لئے کیا ہے" عمران نے نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اور یہ شریف آدمی براہ راست محکمۂ خارجہ کو جوابدہ ہیں۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ ان دونوں ڈاڑھی والوں کو تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"شہاب فکری کے چہرے سے ڈاڑھی الگ کر دو" عمران نے کہا اور ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اس کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر تھا۔ شہاب فکری نے بجلی کی سی سرعت سے اسے اپنی پشت پر لاد کر نیچے پٹخ دیا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ لیکن دروازے پر تو تینوں نقاب پوش اڑے کھڑے تھے۔ شہاب فکری ذرا ہی سی دیر میں بے بس ہو گیا اور اس کی مصنوعی ڈاڑھی نوچ ڈالی گئی۔

"آپ تشریف رکھیے نواب صاحب" عمران نے نواب شکور سے کہا۔

"یہ سب کیا ہے" نواب شکور نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ سب آپ کی موت کا سامان ہے۔ . . . کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔"

"تم شاید شمشیر آزاد ہو۔ میں نے کسی اخبار میں تمہاری تصویر دیکھی تھی۔"

"میں نے چڑیا چڑے کی کہانی نظم کرنے کی کوشش کی تھی۔ نواب صاحب مگر ڈاڑھی کے بغیر گاڑی نہیں چل سکی۔ لہٰذا یہ مختصر سی۔ . . جی ہاں" عمران اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"اوہ۔ مسٹر علی عمران" نواب شکور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں شہاب کرسی پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔

"ہاں۔ نواب شکور . . . مجھے افسوس ہے کہ پہلے میں نے ایک غلط راہ اختیار کی تھی۔ میں نے نہیں اختیار کی تھی بلکہ مجھے غلط راہ پر ڈالا گیا تھا۔ شاید میں غلط راہ پر نہ پڑتا اگر آپ کی شخصیت اتنی پُراسرار نہ ہوتی۔ میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ کے متعلق بعض حیرت انگیز باتیں اکثر سنی تھیں۔ لیکن آپ یقین کیجئے کہ جب تک . . . آہا۔ ٹھہریے، شاید . . . وہ آ گئی ہے۔ آپ حضرات براہ کرم دوسرے کمرے میں چلے جائیے۔ جلدی کیجئے اور تم شہاب خاموشی سے بیٹھے رہو گے۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ میں کیسا آدمی ہوں اگر تم مر بھی گئے تو مجھے ذرہ برابر پرواہ نہ ہو گی۔"

نقاب پوش بقیہ لوگوں سمیت دائیں جانب والے دروازے سے نکل گئے . . . قدموں کی آوازیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر تہمینہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"ارے —" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور جھپٹ کر شہاب کے قریب آئی۔

"ہاں۔ ہاں۔ دور رہیئے — آپ کون ہیں — یہ صاحب اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ یہ دیکھئے۔" عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جو اب بھی وہیں پڑا ہوا تھا۔ اور اس کے سر کے نیچے کی زمین سرخ ہو گئی تھی — شاید سر کی چوٹ گہری تھی۔

"مگر آپ انہیں ان کے کمرے سے کیوں نکال لاتے" تہمینہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں کیا کرتا — محترمہ . . . وہاں اس کمرے میں ان سے اس سے بھی بڑا پاگل پن سرزد ہونے جا رہا تھا۔ اس لئے میں مجبوراً انہیں اس کمرے میں گھسیٹ لایا . . . یہ نواب شکور بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپ خود سوچئے کہ یہ کتنا بڑا پاگل پن ہے۔"

"ختم کرو تہمینہ" دفعتاً شہاب بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہم ہار گئے یہ شمشیر آزاد نہیں بلکہ عمران ہے۔"

"اوہ —" تہمینہ اپنے ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لا کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اچانک یکے بعد دیگرے کئی فائروں کی آوازیں آئیں اور شہاب اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ تھی اور وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اب بتاؤ" اس نے کہا۔ "اب میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ میرے

آدمیوں نے خطرے کی بُو سونگھ لی ہے۔"

"پھر اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"سور کے بچے۔" شہاب نے دانت پیس کر عمران پر چھلانگ لگائی۔ لیکن وہ عمران ہی ٹھہرا . . . تہمینہ بلبلا اٹھی۔ کیونکہ شہاب اسی سے آ ٹکرایا تھا اور عمران تو الگ کھڑا ہکلا رہا تھا . . . وو . . . دیکھو یہ کیا شرافت ہے . . . اجی واہ . . . عورتوں سے کشتی لڑتے ہوئے شرم نہیں آتی۔"

شہاب تہمینہ کو چیختا چھوڑ کر اٹھا — اور عمران پر ایک کرسی کھینچ ماری۔

"کیوں فرنیچر برباد کر رہے ہو۔" عمران ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ اور کرسی دروازے سے گذرتی ہوئی دوسرے کمرے میں جا گری۔

باہر سے اب بھی فائروں کی آوازیں آ رہی تھیں اور ادھر شہاب دانت پیس پیس کر عمران پر حملے کر رہا تھا۔ عمران اپنی پرانی عادت کے مطابق اسے صرف تھکا رہا تھا۔ خود اس نے ایک بار بھی اس پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن وہ تہمینہ کی طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ اُدھر تہمینہ فرش پر دو زانو بیٹھی ہوئی بے ہوش آدمی کی جیبیں ٹٹول رہی تھی اچانک اس نے اس کی جیب سے ایک پستول نکال کر عمران پر جھونک مارا . . . عمران شاید غفلت میں مار بھی لیا گیا ہوتا۔ مگر تہمینہ نے غالباً اپنی زندگی میں پہلی بار پستول ہاتھ میں لیا تھا . . . گولی عمران کے نہیں لگی۔

اور وہ ہاتھ ہلا کر دھاڑا . . . " ارے کیا تم بھی کسی پاگل کتے کا شکار ہو گئی ہو "

شاید عمران کا خیال درست تھا۔ وہ حقیقتاً ہوش میں نہیں معلوم ہوتی تھی۔

اس نے دوسرا فائر کر دیا۔ اور شہاب کے حلق سے ایک کریہہ سی چیخ نکلی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اتنے میں عمران کی واکنگ اسٹک تہمینہ کی کلائی پر پڑی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

شہاب فرش پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ عمران نے جھپٹ کر پستول اٹھاتے ہوئے کہا "شہاب تم مرو گے نہیں اطمینان رکھو کیونکہ گولی شاید تمہاری ران میں لگی ہے "

تہمینہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑی۔

" ارے بچاؤ . . . " عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اور دو نقاب پوش دوڑتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔ لیکن یہ مضحکہ خیز سچوایشن ان کی دلچسپی کا باعث بن گئی اور انہوں نے دور ہی سے ہنسنا شروع کر دیا۔ عمران تہمینہ کے حملوں سے بچنے کے لئے ڈری ڈری سی آوازیں نکالتا ہوا سارے کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا اور تہمینہ کے حلق سے گالیوں کا طوفان امنڈ رہا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ بھی چکرا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

" ہائیں ـــــ یہ سناٹا کیسا " عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا " کیا تمہیں

شکست ہو گئی "

" وہ صرف دو ہی تھے۔ انہیں قابو میں کر لیا گیا ہے " نقاب پوش نے کہا۔

عمران کچھ سوچنے لگا۔

. . . . .

●

وہ رات آج بھی شہر والوں کو یاد تھی۔ حالانکہ وہ ہنگامے اب ختم ہو چکے تھے۔ لیکن اسی رات کا ایک ایک واقعہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گیا تھا۔ عوام کس بُری طرح جھلائے ہوئے تھے اور گلی کوچوں میں کُتے راہگیر دن کو بھنبھوڑتے پھر رہے تھے۔ وہ منظر تو بڑا ڈراؤنا تھا جب بپھرے ہوئے لوگوں نے نواب شکور کے محل پر حملہ کیا تھا۔ فوجیوں کی رائفلیں بھی انہیں روکنے میں ناکام رہی تھیں اور محل میں آگ لگا دی گئی تھی۔ حملہ آور مسلح تھے اور وہ فوج کا حصار توڑ کر محل میں گھستے چلے گئے تھے پھر انہوں نے بڑی تباہی مچائی جو بھی سامنے پڑا اسے گولی مار دی گئی۔ بڑی توڑ پھوڑ ہوئی تھی اور اس کے بعد محل شعلوں کی لپیٹ میں گھرا ہوا نظر آنے لگا تھا۔ مگر اسی رات کو عمران نے وہ کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ جسے شاید آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ کسی نے اس کا نام تک نہ لیا ہو۔ اخبارات نے کیپٹن فیاض اور محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس کی مشترکہ کوششوں کو سراہا تھا اور یہ سب کچھ عمران ہی کے ایماء پر ہوا تھا۔ حکومت کی طرف سے صرف یہ اعلان ہوا تھا کہ ایک بہت بڑی سازش کا انکشاف ہوا تھا اور وہ لوگ گرفتار کر لئے گئے ہیں، جو

اس کے ذمہ دار تھے۔ نواب شکور بے داغ ثابت ہوئے ہیں۔ ایک غیر ملکی جاسوسوں کا گروہ عرصے سے یہاں سرگرم عمل تھا اور یہاں اس کی موجودگی کا صرف یہی مقصد تھا کہ موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر استقلال پارٹی کو برسر اقتدار لایا جائے شہاب نکوی جس نے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا تھا۔ دراصل اس گروہ کا سرغنہ تھا۔

لوگ مزید تفصیلات کے لئے بے چین تھے۔ لیکن ابھی تک اس سلسلے میں کوئی واضح اعلان نہیں کیا گیا تھا۔

عمران کو اب فرصت ہی فرصت تھی۔ اور کیپٹن فیاض تو آج کل اس پر بُری طرح نثار ہو رہا تھا کیونکہ اس بار عمران نے اس کا حصہ نکالنے میں فیاضی سے کام لیا تھا۔ سیکرٹ سروس والوں کے ساتھ ہی ساتھ کیپٹن فیاض کی شان میں بھی اخبارات نے کافی قصیدہ خوانی کر دی تھی۔ لیکن اگر عمران یہ نہ چاہتا تو شاید کیپٹن فیاض کا کوئی نام بھی نہ لیتا۔ بہرحال آج کل وہ عمران سے بے حد خوش تھا اور اپنا زیادہ تر وقت عمران کے فلیٹ ہی میں گزارتا تھا۔ لیکن اس وقت تو اس کے فلیٹ میں نواب شکور بھی موجود تھا، اور عمران کہہ رہا تھا "یہ ایک لمبی داستان ہے نواب صاحب . . . جی ہاں آپ کا خیال درست ہے۔ وہ کتے جنہوں نے تین لیڈروں پر حملہ کیا تھا۔ حقیقتاً زہریلے تھے اور ایک خاص قسم کی بُو انہیں حملہ کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ شہاب کی کوٹھی سے وہ سیال بھی کافی مقدار میں برآمد ہوا ہے جس کی بُو کتوں کو جھپٹنے پر مجبور کرتی تھی۔

یہ پلاٹ محض اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس سلسلے میں آپ بدنام کئے جا سکیں لوگوں کی توجہ ان کتوں کے سلسلے میں آپ پر مبذول کرانے کے لئے تھینہ استعمال کی گئی تھی ـــــ اور بینئے محض آپ ہی کی ذات تھی جس نے میری رہنمائی کی۔ اگر میں صرف آپ کے متعلق چھان بین نہ کرتا تو میری رسائی ان غیر ملکی جاسوسوں

تک ہرگز نہ ہو سکتی تھی۔ جب میں نے آپ کے متعلق بہت زیادہ چھان بین کی تو مجھے معلوم ہوا کہ موجودہ حکومت صرف آپ ہی کی ذات ہے۔ آپ ہی کی ذہانت موجودہ حکومت کو چلا رہی ہے۔ ساری پالیسیاں آپ ہی مرتب کرتے ہیں اور عوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور مجھے اس تفتیش کے دوران میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک بڑی طاقت آپ کے بین الاقوامی رجحانات کو پسند نہیں کرتی اور چاہتی ہے کہ استقلال پارٹی کو برسرِ اقتدار لایا جائے۔ بس اتنا معلوم ہوتے ہی خود بخود ساری گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ مجھے وہ رات یاد آئی جب ہائی سرکل نائٹ کلب میں ایک کتا چنگ پا ٹمک کی میز پر کودا تھا۔ اور میں اس کا تعاقب کرتا ہوا اس آدمی تک پہنچا تھا جس نے اس کتے کو ہلاک کیا تھا۔ وہ آدمی یہی چاہتا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جائے۔ بہرحال ان حالات میں ہر شخص وہی کرتا جو میں نے کیا۔ اسی دوران میں تہمینہ اپنے شبہات کا اظہار کرنے لگی۔ وجہ اس نے یہ بتائی تھی کہ وہ شہاب سے محبت کرتی ہے۔ ان لوگوں کو علم تھا کہ میں اکثر پولیس کے لئے کام کرتا رہتا ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اس جال کو پھیلانے کے لئے اور محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض کو گھسیٹنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ شہاب شاید پاگل پن کے ڈھونگ نہ رچاتا مگر دشواری یہ تھی کہ اس کے بغیر آپکے خلاف پروپیگنڈا نہ ہو سکتا۔ کیونکہ یہ پروپیگنڈا اسے تہمینہ کے ذریعہ کرانا تھا۔ جو ہر کس و ناکس کو اپنے عشق کی داستان سنا کر آپ کے خلاف اپنے شبہات کا اظہار کرتی۔ شہر کے اونچے طبقے میں پہلے ہی سے شہاب اور تہمینہ کے تعلقات کے بارے میں چہ میگوئیاں ہوتی رہی تھیں۔ بہرحال شہاب بعض اوقات اسی لئے آپ کے میک اپ میں رہا کرتا تھا کہ تفتیش کرنیوالوں کو غلط راستے پر ڈالا جا سکے۔ ان لوگوں کی اسکیم کے مطابق استقلال پارٹی نے عوام کی زیادہ سے زیادہ ہمدردیاں حاصل کر لیں اور لوگ آپ کے دشمن بھی ہو گئے۔ شہاب اور اس کے ساتھی یہی چاہتے تھے کہ عوام ہی آپ کو ختم کر دیں اور اگر حکومت سختی کرے تو گلے ہاتھوں بغاوت بھی کرا دی جائے۔ اس طرح موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر ایک ایسی حکومت بنائی جائے جو اس بڑی طاقت کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہوتی۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ پاگل کتے عام آدمیوں پر بھی حملے کرنے لگے ہیں۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب آپ پر ضرور ہاتھ صاف کیا جائے گا۔ لہٰذا میں نے آپ کو محل سے نکالنے کا انتظام کیا۔ دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ شہاب اور اس کے ساتھی یہ بھی جانتے تھے کہ میں ہی تخمشیر آزاد ہوں۔ لیکن انہیں اس کا علم نہیں تھا کہ میں آپ کے پیچھے لگنے کے بجائے خود انہیں کی فکر میں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جس کتے نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ زہریلا نہیں تھا۔ لیکن تھا وہ انہیں لوگوں کا پالتو کتا۔ ورنہ اسے ختم کیوں کر دیا گیا تھا۔ اگر وہ اسے ختم نہ کر دیتے تو شاید وہی کتا مجھے ان کی کمین گاہوں تک بھی پہنچا دیتا۔ ہاں تو وہ لوگ دراصل اتنے پاپڑ اس لئے بیل رہے تھے کہ آپ کے خلاف رائے عامہ خراب کی جا سکے۔ رومال کا قصہ میرے علم میں لا کر وہ مجھے باور کرانا چاہتے تھے کہ وہ کتوں پر کسی قسم کا نیا تجربہ تھا اور ظاہر ہے اس شہر میں نت نئے تجربات کرنے والا آپ کے علاوہ اور کون تھا۔

نواب شکور نے ایک طویل سانس لی اور عمران کو تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ عمران پھر بولا۔ وہ خوشبودار سیال ایک عجیب و غریب ایجاد ہے جس کی بو پر کتے اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ ہر قسم کے کتوں پر اس سیال کی بو یکساں طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ پہلے میں یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ بعض تربیت یافتہ کتوں ہی کے لئے مخصوص ہو گی۔ لیکن اب یہ خیال

بدلنا پڑا ہے۔

"کیوں" نواب شکور نے سوال کیا۔

"کیونکہ عام آدمیوں میں سے صرف چند لوگ پاگل ہوئے ہیں۔ بقیہ بالکل ٹھیک ہیں ممکن ہے پاگل ہوجانے والوں کو ان کے مخصوص کتوں نے کاٹا ہو۔ ہاں وہ لوگ جو پاگل نہیں ہوئے تھے ان کے بیانات کا لب لباب یہ تھا کہ ان سبھوں نے راہ چلتے ہوئے اپنے لباس میں ایک عجیب قسم کی خوشبو محسوس کی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے مقام پر ان کے لباس میں خوشبو لگائی گئی ہو جہاں بھیڑ رہی ہو اور ان کا بیان ہے کہ حملہ کرنے والے کتے دیسی ہی تھے۔ ویسے میں نے عام کتوں پر اس کا تجربہ کیا ہے"

"وہ تینوں لیڈر بھی" نواب شکور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ان کا کیس غلط نہیں ہے۔ وہ سچ مچ پاگل ہوگئے ہیں"

نواب شکور کچھ نہ بولا۔ شاید وہ کوئی سوال مرتب کر رہا تھا۔

"بہرحال" عمران کچھ دیر بعد بولا "استقلال پارٹی تو ڈوب ہی گئی"

"ہاں — آں" نواب شکور نے پھر ایک طویل سانس لی اور جیب سے چیک بک نکالی۔

پھر اس نے ایک چیک لکھ کر پھاڑا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"تیس ہزار" عمران نے حیرت سے کہا "مگر کیوں؟ — یہ کیوں؟ نہیں جناب مجھے افسوس ہے۔ میں نے یہ کام محکمہ خارجہ کے لئے کیا تھا اور اس کا معقول معاوضہ وصول کر چکا ہوں۔ لہٰذا یہ رقم میرے لئے قطعی ناجائز ہوگی!"

"یہ تو تمہیں لینے ہی پڑیں گے"

"نہیں جناب" اس صورت میں تو آپ سے زبردستی ہی وصول کرتا۔ اگر آپ کے خلاف میں نے ثبوت فراہم کئے ہوتے یقین کیجئے کہ میں آپ سے پندرہ ہزار وصول کئے بغیر آپ کو پولیس کے حوالے نہ کرتا۔ یاد ہے نا آپ کو آپ نے مجھے چیلنج کیا تھا"

"مجھے یاد ہے" نواب شکور نے مسکرا کر کہا۔

"بس تو آپ جیتنے میں ہارا" عمران دردناک آواز میں بولا۔

نواب شکور نے زبردستی چیک عمران کی جیب میں ٹھونس دیا۔

ختم شد